محدث

وداعیا الی اللہ باذنہ
وسراجا منیرا

مجلس التحقیق الاسلامی

مدیر اعلیٰ
حافظ عبدالرحمٰن مدنی

ماہنامہ محدث لاہور

ماہنامہ 'محدث' لاہور کا اجمالی تعارُف

مُدیر اعلیٰ: حافظ عبدالرحمٰن مدنی   مُدیر: ڈاکٹر حافظ حسن مدنی

ماہنامہ 'محدث' لاہور، ہندوستان سے نکلنے والے ایک رسالے کی ہی ارتقائی شکل ہے۔ جامعہ رحمانیہ دہلی سے نکلنے والے رسالے - جس کا نام محدث تھا- کو پروان چڑھاتے ہوئے تقسیمِ ہند کے بعد دوبارہ ماہنامہ 'محدث' لاہور کے نام سے پاکستان میں معروف عالم دین و دانشور حافظ عبدالرحمٰن مدنی حفظہ اللہ نے اس کا اِجراء کیا۔ یہ تحقیقی رسالہ ۱۹۷۰ء سے اب تک کامیابی وکامرانی سے شائع ہو رہا ہے، وللہ الحمد!

محدث کی علمی پہچان کے حوالے سے اتنا ہی کافی ہے کہ یہ ہر صاحبِ علم وفضل کی ضرورت بن چکا ہے کیونکہ اس کے مضامین جدید فکر کے حامل اور ملحدانہ افکار کیلئے شمشیر بے نیام کی حیثیت رکھتے ہیں۔

گھر بیٹھے 'محدث' وصول کیجئے!

قارئین کرام! گھر بیٹھے محدث حاصل کرنے کیلئے درج ذیل طریقہ کار اختیار کریں!

فی شمارہ: ۲۰روپے   زرِ سالانہ: ۲۰۰روپے بیرون ملک: ۲۰ڈالر

بذریعہ منی آرڈر / بینک ڈرافٹ ۲۰۰روپے بھیج کر سال بھر گھر بیٹھے محدث وصول کریں اور علمی و تحقیقی مضامین سے استفادہ کریں۔

ایڈریس: ماہنامہ محدث، ۹۹ جے، ماڈل ٹاؤن، لاہور ۵۴۷۰۰

فون نمبر: 042 - 3586639 / 35866476   موبائل: 0305 - 4600861

انٹرنیٹ پر محدث پڑھنے اور ڈاؤن لوڈ کرنے کیلئے درج ذیل ویب سائٹ دیکھئے!

www.kitabosunnat.com __   www.mohaddis.com

مزید تفصیلات کیلئے: webmaster@kitabosunnat.com

اجرائے مُحدث کے مقاصد

- عناد اور تعصّب قوم کیلئے زہر ہلاہل کی حیثیت رکھتے ہیں!

لیکن تعصّبات سے بالاتر رہ کر افہام و تفہیم اُمت کیلئے رحمت کا باعث ہے۔

- علومِ جدیدہ سے ناواقفیت اور انکار، انسانی ارتقاء کو تسلیم کرنے میں بخل کا درجہ رکھتے ہیں!

لیکن قدیم علومِ اسلامیہ کو فرسودہ قرار دینا اور مذہبی روایات کے حاملین کو دَقیانوس بتانا اُمت کی تباہی کا سبب ہے۔

- غیر مذاہب کے بارے میں معاندانہ رویہ اختیار کرنا اسلامی اَقدار کے منافی ہے!

لیکن دینِ اسلام پر غیر مذاہب کے حملوں کا دفاع نہ کرنا اور اسلام کی تبلیغ کا فریضہ سر انجام نہ دینا حمیت دینی اور غیرتِ اسلامی سے یکسر انحراف ہے۔

- تبلیغ دین اور اشاعت اسلام میں حکمتِ عملی کو نظر انداز کر دینا مصالح دینیہ کے خلاف ہے!

لیکن حلال اور حرام کے امتیاز میں رَواداری برتنا اور قوانین و مسائل اسلامیہ کو نرم کر دینا اسلامی روح کو کمزور کر دینے کے مترادف ہے۔

- آئین وسیاست سے بیگانہ ہر کر عبادت کیلئے گوشہ نشین ہو جانا زندگی سے فرار ہے!

لیکن جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی۔

- جاہل کو دور ہی سے سلام کر دینا عبادِ صالحین کے اَوصاف میں داخل ہے!

لیکن جاہلیت کو مٹانا اور باطل کا تعاقب کرنا عین جہاد ہے۔

اگر آپ ایسا منصفانہ اور معتدلانہ رویہ پسند کرتے ہیں تو

ماہنامہ محدث لاہور

کا مطالعہ فرمائیے، آپ اس کو ان جملہ صفات و محاسن سے مزین پائیں گے، ان شاء اللہ!

کیونکہ اس کے مضامین اسی مخصوص طرزِ فکر کے حامل ہوتے ہیں۔

magazine.mohaddis.com

ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

ماہنامہ

محدث

لاہور

مدیر اعلیٰ
حافظ عبدالرحمٰن مدنی

مدیر معاون
اکرام اللہ ساجد

جلد ۱۳	شعبان المعظم ۱۴۰۳ھ (مطابق جون ۸۳ء)	عدد ۸

فہرست مضامین

فکر و نظر

۱۔ مسئلۂ شہادت اور مدیر محدث — مولانا محمد صدیق صاحب — ۲

دارالافتاء

۲۔ خارج از نماز کا امام کو لقمہ دینا
تشہد میں شامل ہونے والے کی نمازِ جمعہ ——— وغیرہ — مولانا عزیز زبیدی — ۱۶

تحقیق و تنقید

۳۔ معراج النبیؐ پر کیے گئے اعتراضات کا علمی جائزہ — جناب عبدالرؤف ظفر — ۲۳

تاریخ و سیر

۴۔ نواب سید صدیق حسن خانؒ کی دینی اور ادبی خدمات
جناب پروفیسر غلام نبی عارف — ۴۱

شعر و ادب

۵۔ نشاط و عیشِ جہاں خواب تھا افسانہ تھا — مولانا عبدالرحمٰن عاجز — ۴۸

ناشر: حافظ عبدالرحمٰن مدنی — طابع: چودھری رشید احمد — مطبع: مکتبہ جدید پریس، ۴۔ شارع فاطمہ جناح، لاہور
دفتر رابطہ: ۹۹۔ جے ماڈل ٹاؤن — لاہور ۱۴ — زرسالانہ: -/۲۰ روپے — فی مجلہ: -/۲ روپے

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

فکر و نظر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"مسئلہ شہادت اور مدیر محدث"

قارئین کو یاد ہوگا، پچھلے دنوں جب قانونِ شہادت کا مسودہ مجلسِ شوریٰ میں زیرِ بحث تھا، چند مغرب زدہ خواتین نے مسئلہ شہادت کے بعض پہلوؤں کو "مرد و زن کی مساوات" کے منافی قرار دیتے ہوئے ملک میں ایک طوفان کھڑا کر دیا تھا ——— سیاستدانوں کی شہ پر تو یہ ہُوا ہی تھا، لیکن جس طرح مغربیت کے ہمنوا، اخبارات و جرائد میں اس علمی مسئلہ پر بے بنیاد خیال آرائیاں کرتے رہے، ان کی بناء پر بعض دین پسند ذہن بھی ان سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے ——— تاہم یہ بات راقم الحروف کے وہم و گمان میں بھی نہ تھی کہ اس سلسلہ میں معذرت خواہانہ انداز ایک ایسے پختہ کار عالمِ دین کی طرف سے بھی اختیار کیا جائے گا جن کے حلقۂ فکر میں مداہنت کو آج تک رسائی حاصل نہ ہو سکی تھی بلکہ یہ حلقہ تعبیرِ دین میں بدنامی کی حد تک محتاط رہا ——— لیکن افسوس، یہ سانحہ رونما ہُوا، اور قارئین یہ جانتے ہیں کہ اپریل ۸۲ء کے شمارۂ "محدث" میں اس خاکسار نے اپنے ایک آرٹیکل میں جہاں حقوقِ نسواں کے نام نہاد علمبرداروں کی ان خیال آرائیوں پر تبصرہ کیا تھا وہاں صاحبِ مضمون کا نام لیے بغیر "مرد و زن کی مساوات" کے مغربی نظریہ کی تائید میں ان کے ایک مقالہ کا تذکرہ بھی کیا تھا، جس کا ماحصل یہ تھا کہ قرآن کی رُو سے جب دو مردوں کی غیر موجودگی میں ایک مرد اور دو عورتیں گواہ بن سکتی ہیں تو ان دو عورتوں میں اصل گواہ صرف ایک عورت ہے، دوسری محض یاد دلانے والی یا بغور سننے والی ہے ——— جس سے مغربیت کے ان ہمنواؤں کے اس موقف کو بے پناہ تقویت حاصل ہوئی کہ شہادت میں مرد و زن کی مساوات ہے۔

راقم الحروف کو یہ اعتراف ہے کہ علمی میدان میں اس کی حیثیت ایک طالب علم کی ہے

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ یہ احساس بھی ہے کہ خود اہلِ علم کے نزدیک محض چھوٹائی کے خیال سے شرم میں رہنا کسی ایسے معاملہ میں مستحسن نہیں جس کا تعلق دینی غیرت سے ہو اور بالخصوص جس کی بناء پر فرامینِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر زد پڑتی ہو ـــــ چنانچہ اس آرٹیکل میں ابتداء سے آخر تک راقم الحروف کو صرف ایک ہی اطمینان حاصل رہا، (اور اب بھی حاصل ہے) کہ اس کا موقف اس مبارک ہستی کے انتہائی غیر مبہم اور واضح ارشادات سے عبارت ہے، جس کے ذریعے قرآنِ مجید نہ صرف ہمیں پڑھنے کو ملا، بلکہ اس کی تفہیم و تبیین بھی ہمیں عطا ہوتی ـــــ لہٰذا چاہیے تو یہ تھا کہ صاحبِ مضمون "اُنْظُرُوْا اِلٰی مَا قَالَ وَلَا تَنْظُرُوْا اِلٰی مَنْ قَالَ" کے مصداق راقم کے شکر گزار ہوتے کہ اس نے حدیثِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حوالہ سے ان کی اصلاح کا فریضہ سرانجام دیا تھا، لیکن ہوا یہ کہ انہوں نے ایک جوابی مضمون میں اپنی بڑائی کے زعم میں نہ صرف اپنے دل کی بھڑاس نکالی، طعن و تشنیع سے راقم کو سرفراز فرمایا اور زیرِ بحث مسئلہ میں وارد شدہ انتہائی واضح اور صریح احادیثِ رسول اللہ کو اگر مگر کی بھینٹ چڑھایا، بلکہ اسی بہانے انہوں نے "محدث" اور "مدیر محدث" کے سے اپنی کدورتوں کی تکمیل کا بہانہ بھی تلاش کر لیا، جو اس مضمون کے عنوان سے ہی ظاہر ہے، کیونکہ مضمون نگار تو راقم الحروف تھا، جبکہ "مسئلہ شہادت اور مدیرِ محدث" کے عنوان سے اس مضمون میں یہ تاثر دینے کی کوشش کی گئی ہے کہ ان کے مخاطب "مدیرِ محدث" حافظ عبدالرحمٰن مدنی ہیں، جو ان دنوں ملک سے باہر تھے اور ان کی اس عدم موجودگی کا موصوف کو علم بھی تھا ـــــ لہٰذا راقم الحروف اس اظہار کی ضرورت محسوس نہیں کرتا کہ وہ ادارۂ تحریر کا رکن تو ضرور ہے، مدیرِ مسئول محدث نہیں ـــــ لیکن اس کے باوجود انہوں نے اپنے اس جوابی مضمون کو اسی عنوان کے تحت اہلِ حدیث کے تقریباً تمام رسائل و جرائد میں خصوصی اہتمام سے چھپوایا ہے۔

موصوف نے یہ مضمون اشاعت کی خاطر خود "محدث" کو بھی بھجوایا اور جسے ہم اپنی کوشش کی حد تک بہتر سے بہتر صورت میں ہدیۂ قارئین کر رہے ہیں، تاہم یہ وضاحت ضروری ہے کہ:

۱۔ موصوف کے اس جواب پر راقم کا آئندہ تبصرہ صرف علمی نکات تک محدود رہے گا اور اسے ذاتیات سے ملوث نہ کرتے ہوئے اس میں موصوف کی ذات و علم کو محفوظ رکھنے کی پوری کوشش کی جائے گی۔ ان شاء اللہ!

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

۲۔ قارئین کرام اس مضمون کا مطالعہ کرتے ہوئے اس طرف توجہ ضرور فرمائیں کہ جس تعلّی و تفوّق کا طعنہ موصوف نے راقم کو دیا ہے، کہیں وہ خود ہی اس کا شکار تو نہیں ہو گئے ——— اس پر طرّہ یہ کہ مسئلہ کی حد تک اپنے اس مضمون میں موصوف ہمارے اصل درست موقف کے قریب آنے کی کوشش بھی فرما رہے ہیں ——— جذباتیت کا طعنہ ہمیں دینے کے باوجود بجوم جذبات میں ہمارے موقف کی تائید میں مزید دلائل فراہم کر رہے ہیں اور جا بجا اپنے سابقہ موقف کی تردید خود ہی کرتے نظر آتے ہیں لیکن اسی موقف پر قائم رہنے کے موقع بہ موقع دعویدار بھی ہیں! — چنانچہ اس مضمون میں انہوں نے نہ صرف ایک مرد کی بجائے دونوں عورتوں کو بحیثیت "شاہدہ من وجہ" تسلیم کیا ہے بلکہ دونوں کو ملا کر شہادت کی تکمیل کا اعلان بھی فرما دیا ہے!

——— لہٰذا یہ کہنا غلط نہ ہو گا کہ اگر عزتِ نفس مانع نہ ہوتی تو شاید اپنے سابقہ فکر کہ "شاہدہ صرف ایک ہے، دوسری مذکرہ" کو اپنے جدید فکر سے تطبیق دینے کی لاحاصل کوشش کا شکار نہ ہوتے!

قارئین کرام، یہ مضمون ملاحظہ فرمائیں اور راقم کے آئندہ تبصرہ کا انتظار فرمائیں ——— وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم، علیہ توکلت والیہ انیب!

خاکسار اکرام اللہ ساجد

محدث کا تازہ شمارہ مجریہ جمادی الآخرۃ ۱۴۰۳ھ ہمارے سامنے ہے۔ اس میں "فکر و نظر" عنوان کے تحت "فَشَہَادَۃُ امْرَأَتَیْنِ تَعْدِلُ شَہَادَۃَ رَجُلٍ" پس دو عورتوں کی شہادت ایک مرد کی شہادت کے برابر ہے" اس موضوع پر ایک طویل و عریض مضمون شائع ہوا ہے۔ اس میں زیادہ تر ہمارے ایک مضمون کو نشانہ تعاقب بنایا گیا ہے، جو روزنامہ جنگ۔ ہفت روزہ اہلحدیث۔ ہفت روزہ الاعتصام میں چھپا ہے۔ اہلِ علم کے نزدیک تعاقب ایک مستحسن امر ہے جبکہ اس میں اخلاص و اصلاح پیشِ نظر ہو اور علم و تحقیق کا ولولہ کارفرما ہو۔ اگر تفوّق و تعلّی مقصود ہو تو پھر ایسے تعاقب سے حقیقتِ حال کا کھل کر سامنے آنا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ جب ہم زیرِ نظر مضمون کو اس اصول پر جانچتے ہیں تو پورا اترتا دکھائی نہیں دیتا۔ علم و تحقیق تو ایک طرف رہا، جذباتی رنگ زیادہ دکھائی دیتا ہے۔

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

مسئلۂ شہادت قرآنِ مجید کی روشنی میں :

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِنْ رِجَالِكُمْ فَإِنْ لَمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ أَنْ تَضِلَّ إِحْدَاهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَى" (سورۃ بقرۃ آیت ۲۸۲)

"تم اپنے مردوں سے دو گواہ بناؤ اگر وہ نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں، ان گواہوں سے جن کو تم پسند رکھتے ہو (دو عورتیں اس لیے) کہ ایک ان دونوں میں سے بھول جائے تو دوسری عورت اس کو یاد دلائے گی"

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا تقاضا ہے کہ دو عورتوں میں سے ایک شاہدہ ہو گی اور دوسری مذکرہ۔ شاہدہ ہی شہادت دے گی اور مذکرہ تذکار کی ذمہ داری ادا کرے گی۔

مدیرِ محدث کا تعاقب :

تعاقب اور اس پر تبصرہ سے پہلے ہم اس موقف کو بیان کرنا مناسب سمجھتے ہیں جو انہوں نے دو عورتوں کی شہادت کی کیفیت کے بارہ میں اختیار کیا ہے، وہ فرماتے ہیں :

> "خود قرآنِ مجید کی نظر میں عورت کا کسی بات کو بھول جانا ظاہر و باہر ہے اور اسی بناء پر شہادت کے لیے اس کے ساتھ دوسری عورت کا ہونا ضروری قرار دیا گیا ہے جس سے ایک تو دو عورتوں کی شہادت ایک مرد کی شہادت کے برابر ہونے کی واضح طور پر نشاندہی ہوتی ہے اور دوسرے اس سے عورت کی عقل کے نقصان کی حقیقت پر استدلال ہوتا ہے۔" (ص ۸)

اس عبارت سے مدیرِ محدث کا موقف آشکارا ہو جاتا ہے کہ ہر دو عورتیں الگ الگ شہادت دیں گی دونوں شہادتیں جمع ہو کر ایک مرد کی شہادت کے برابر ہوں گی۔

ہمارا نظریہ ——— لیکن دو عورتوں کی شہادت کے بارہ میں ہمارا نظریہ یہ ہے کہ ایک عورت شاہدہ ہے دوسری مذکرہ۔ جیسا کہ قرآنِ مجید کی آیت دلالت کرتی ہے۔ مذکرہ عورت شاہدہ کے ساتھ ہو کر گواہی کو بغور اس لیے سن رہی ہے کہ شہادت کا کوئی حصہ بھول لینے یا چھوڑنے پر اسے یاد دلا کر گواہی کو مکمل کر سکے اور اس کی الگ شہادت نہیں ہو گی بلکہ وہ تذکار اور تائید کی وجہ سے شہداء کے زمرہ میں داخل ہے، شہادت کی اس کیفیت سے "فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ" پر پورا پورا عمل ہو جاتا ہے۔ اتنی ظاہر بات بھی آپ کی

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

عقل میں نہ سما سکی اور شہادت کی جو صورت آپ نے بیان کی ہے، مفسرین خصوصاً حافظ ابن کثیرؒ نے تو سخت رد کیا ہے۔ تعاقب کرتے ہوئے لکھا گیا ہے:

"جہاں تک شاہدہ اور مذکرہ کا معاملہ ہے کہ گواہی صرف ایک ہی عورت دے گی دوسری صرف بھول جانے پر یاد دلائے گی یا بغور سنے گی تو یہ قرآن مجید کی کس آیت کا ترجمہ اور کس حدیث رسول کی تشریح ہے؟"

اگر قرآن مجید کا لفظی ترجمہ بھی آپ کی راہنمائی نہیں کرتا کہ ایک عورت شاہدہ دوسری مذکرہ ہے تو پھر خدا ہی حافظ ہے ؎

گر نبیند بروز شپرہ چشم چشمۂ آفتاب راچہ گناہ

ہم نے اپنے نظریہ کی تائید میں ابن کثیر کی یہ عبارت بیان کی تھی:

إِنَّ شَهَادَتَهُمَا مَعًا تَجْعَلُهُمَا كَشَهَادَةِ رَجُلٍ فَقَدْ أَبْعَدَ اَلصَّحِيحُ هُوَ الْأَوَّلُ یعنی "جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ایک عورت کی شہادت دوسری عورت کی شہادت سے مل کر مرد کی شہادت کے برابر ہوتی ہے۔ ان کا یہ قول عقل و نقل کے خلاف ہے۔ صحیح صورت وہی ہے جو پہلے بیان ہو چکی ہے یعنی دونوں میں سے ایک شاہدہ ہے دوسری مذکرہ۔"

تعاقب میں ایک سہو کی نشاندہی کی گئی ہے کہ ابن کثیر کی عبارت میں "رجل" نہیں "ذکر" ہے ——— حقیقت یہی ہے کہ عبارت نقل کرنے میں ہم سے سہو ہوا ہے۔ اس اطلاع پر ہم ان کے ممنون و مشکور ہیں لیکن امام ابن کثیرؒ جس نظریہ کو بیان کر رہے ہیں اس تبدیلی سے اس میں کوئی اہم تغیر واقع نہیں ہوا۔ مدیر محدث کا یہ واویلا کرنا خلافِ واقعہ ہے کہ "یہیں سے معاملہ کچھ کا کچھ ہو گیا گویا یہی وہ نقطہ ہے جس نے محرم سے مجرم کر دیا ہے۔" بایں ہمہ وہ یہ نہ بتا سکے کہ اس سہو سے کونسی اہم تبدیلی ہوئی؟ یہ بات پتہ دیتی ہے کہ ان کا واویلا جذبات تک ہی محدود تھا۔

شہادت کے مسئلہ میں حافظ ابن کثیر کا موقف:

انہوں نے آیت "فَتُذَكِّرَ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَىٰ" کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے:

إِذَا نَسِيَتِ الشَّهَادَةَ فَتُذَكِّرَ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَىٰ أَيْ يَحْصُلُ لَهَا ذِكْرُ بِمَا وَقَعَ بِهِ مِنَ الْإِشْهَادِ وَبِهَذَا قَرَأَ آخَرُونَ فَتُذَكِّرَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

بِالتَّشْدِيْدِ مِنَ التِّذْكَارِ وَمَنْ قَالَ إِنَّ شَهَادَتَهَا مَعَهَا تَجْعَلُهَا كَشَهَادَةِ ذَكَرٍ فَقَدْ أَبْعَدَ وَالصَّحِيْحُ الْأَوَّلُ ص ۳۳۵)

یعنی جب شہادت کا ایک حصہ عورت بھول جائے گی تو ان میں ایک دوسری کو یاد دلائے گی۔ دوسرے قاریوں نے بھی اس کے ساتھ قراءت کی ہے فتذکّر کاف کی تشدید کے ساتھ ہے جو تذکار سے ہے اور جس نے کہا ہے کہ اس کی شہادت دوسری کے ساتھ مل کر مذکّر کی شہادت جیسی بنا دے گی، اس کا یہ قول عقل و نقل کے خلاف ہے۔ صحیح بات پہلی ہی ہے کہ ایک شاہدہ ہو گی اور دوسری مذکرہ۔"

امام ابن کثیرؒ کا موقف اس اعتبار سے واضح ہے کہ "فَتُذَكِّرَ" تذکار سے بنا ہے جس کا معنی یاد دلانا ہے اور ذکر بالفتح سے نہیں بنا جس کا معنی مذکر جننا یا مذکر بنانا آتا ہے۔ درحقیقت امام ابن کثیرؒ ان لوگوں کا رد فرما رہے ہیں جو کہتے ہیں کہ "فتذکر" ذکر بالفتح سے بنا ہے۔ جس کا معنی ہے کہ ایک عورت کی شہادت دوسری عورت کی شہادت سے مل کر اس کو مذکر بنا دے گی۔ یعنی مذکّر کی شہادت جیسی بنا دے گی بلکہ فتذکر تذکار سے ہے جس کا معنی یاد دلانا ہے۔ یعنی ایک عورت شاہدہ ہو گی اور دوسری مذکّرہ۔

مدیرِ محدّث کی سطحی نظر

انہوں نے لکھا ہے:

"جب ایک عورت بھول جائیگی تو دوسری اسکے ساتھ شامل ہو کر اسے مذکّر بنا دے گی اور یہ اس صورت میں ہے جب "فَتُذْكِرَ" کو بغیر تشدید "تُذْكِرُ" پڑھا جائے گا۔"

یہ عبارت بتاتی ہے کہ مدیرِ محدّث کی سطحی نظر ہے۔ ان کو اتنا بھی پتہ نہیں کہ فتذکّر تشدید سے ہو یا فتذکر تخفیف سے۔ یہ دونوں لفظ جن معانی میں مستعمل ہیں ان میں یاد دلانا اور مذکر جننا یا بنانا بھی آتا ہے۔ تفسیر کشاف میں ہے "فتذكر بِالتَّخْفِيْفِ وَالتَّشْدِيْدِ هُمَا لُغَتَانِ وَفتذاكر" یعنی فتذکر تخفیف کے ساتھ بھی اور تشدید کے ساتھ لغت ہے اور ایک لغت فتذاکر بھی ہے۔ تفسیر جلالین میں ہے "فتذكر بِالتَّخْفِيْفِ وَالتَّشْدِيْدِ إِحْدَاهُمَا الذَّاكِرَةُ وَالْأُخْرٰى النَّاسِيَةَ" یعنی فتذکر کی تخفیف اور تشدید دونوں کے

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

ساتھ ہے اور ہر دو کے معانی میں یاد دلانا، مذکر جننا یا بنانا بھی شامل ہے۔ پھر یہ کہنا کہ "تذکر" پڑھنا غلط ہے۔ یہ کس قدر بے خبری ہے، حافظ ابن کثیر نے فتذکر تشدید کے ساتھ ذکر کرنے کے بعد من التذکار کی قید لگادی تاکہ یاد کرانے کے ماسوا کوئی دوسرا معنی مراد نہ لیا جاسکے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ فتذکر کے معنی تذکار (یاد کرانے کے ماسوا اور) بھی ہیں اور یہی حال فتذکر تخفیف کے ساتھ قراءت کا ہے اس کا معنی مذکر جننا یا مذکر بنانے کے علاوہ یاد دلانا بھی ہے۔ جب یہ حقیقت ہے کہ فتذکر تخفیف سے اس کا استعمال مذکر بنانے کے علاوہ دوسرے معنوں میں بھی ہوتا ہے تو پھر فتذکر تخفیف سے پڑھنا غلط کس طرح ہو سکتا ہے؟ بلکہ قراء میں سے ابن کثیر اور ابو عمرو کی قراءت بھی یہی ہے۔ احکام القرآن للجصاص میں ہے یعنی فتذکر کی قراءت تشدید سے بھی ہے اور تخفیف سے بھی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ہر دو کا معنیٰ ایک ہی ہے۔ یہ قول ربیع بن انسؒ، سدی اور ضحاک کا ہے۔ قاری ابو عمرو جن کا شمار قراء سبعہ میں ہے ان کا قول ہے کہ جس نے فتذکر تخفیف سے پڑھا ہے اس کی مراد ہے کہ دو عورتوں کی شہادت ایک مرد کی شہادت کے منزلہ ہے اور جس نے تشدید سے پڑھا ہے انہوں نے تذکیر یعنی یاددہانی مراد لی ہے۔ ابوبکرؒ کا قول ہے کہ جب کوئی بات دو امر کا احتمال رکھتی ہو تو دونوں قراءتوں میں سے ہر قراءت کو جدید فائدہ اور معنی پر محمول کرنا واجب ہے "فَيَكُوْنُ قَوْلُهٗ تَعَالٰى فَتُذْكِرَ بِالتَّخْفِيْفِ تَجْعَلُهُمَا جَمِيْعًا بِمَنْزِلَةِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ فِيْ ضَبْطِ الشَّهَادَةِ وَحِفْظِهَا وَاِتْقَانِهَا۔" یعنی "فتذکر تخفیف کے ساتھ معنی یہ ہے کہ ان دونوں کو ایک آدمی کے بمنزلہ ضبطِ شہادت اور اس کے حفظ و اتقان میں کر دے گی" "وَقَوْلُهٗ تَعَالٰى فَتُذَكِّرَ مِنَ التَّذْكِيْرِ عِنْدَ النِّسْيَانِ" یعنی "فتذکر جو تذکیر سے ہے نسیان کے وقت یاد دلانا ہے۔ پھر فرماتے ہیں "وَاسْتِعْمَالُ كُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا عَلٰى مُوْجِبِ دَلَالَتِهِمَا اَوْلٰى مِنَ الْاِقْتِصَارِ بِهَا عَلٰى مُوْجِبِ دَلَالَةِ اَحَدِهِمَا (ج۱، ص۵۱۲)" ان دونوں میں سے ہر ایک کا استعمال ان کی اپنی دلالت کے موجب زیادہ بہتر ہے اس بات سے کہ دونوں میں سے ایک کی دلالت کے موجب اس پر اقتصار کر لیا جائے اور دوسری کو چھوڑ دیا جائے۔" اس کے باوجود کسی امام تفسیر یا امامِ قراءت نے فتذکر تخفیف کے ساتھ قراءت کو غلط نہیں کہا۔ البتہ اذکار کا لفظ مادہ کے اعتبار سے مختلف معانی میں مستعمل ہے۔ سفیان بن عیینہ نے فتذکر کا مادہ ذکر

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

بفتح ذال پیش نظر رکھا ہے۔ اس بنا پر ائمۂ تفسیر نے اس قراءت کی تردید کی ہے اس لیے کہ اس قراءت کی رُو سے معنٰی یہ ہے کہ ہر دو عورتوں کی شہادت ایک مرد کی شہادت جیسی ہے۔ ما ئمہ تفسیر میں سے کسی امام نے فتذکر تخفیف کے ساتھ قراءت کی مطلق تردید نہیں کی ہے۔

فشهادة امرأتين تعدل شهادة رجل :

یہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ اگر اس کا یہ مطلب ہو کہ ہر عورت کی شہادت الگ الگ ہو گی، پھر دونوں مل کر ایک مرد کی شہادت کے برابر ہوں گی تو ائمہ تفسیر میں سے اس معنٰی کو کسی امام نے قبول نہیں کیا بلکہ امام ابنِ کثیر نے اس معنٰی کی سخت تردید کی ہے۔ وُہ فرماتے ہیں: وَمَنْ قَالَ اِنَّ شَهَادَتَهَا مَعَهَا تَجْعَلُهَا كَشَهَادَةِ ذَكَرٍ فَقَدْ أَبْعَدَ۔ "اور جس نے کہا کہ اس کی شہادت دوسری عورت کی شہادت سے مل کر اس کو ایک مرد کی شہادت کے برابر کر دے گی تو یہ عقل و نقل سے بعید ہے"۔ صحیح بات یہ ہے کہ ایک شاہدہ ہو گی اور دوسری مذکرہ۔ امام ابنِ کثیر نے قطعًا یہ نہیں لکھا کہ فتذکر تخفیف کے ساتھ قراءت غلط ہے فافہم ولا تعجل۔

شہادت اور تذکار :

مشاہدہ سے جو علم حاصل ہوتا ہے اس کو بیان کرنے کا نام شہادت ہے۔ شاہدہ سے شہادت کا کوئی ضروری حصہ رہ جائے' اسے جو عورت یاد دہانی کراتی ہے وُہ مذکرہ ہے۔ مذکرہ جب تک شاہدہ کے ساتھ نہ ہو تو ایسی شاہدہ کی شہادت قابلِ قبول نہیں۔ شاہدہ ہو یا مذکرہ، ان کا واقعہ سے پوری طرح باخبر ہونا لازمی امر ہے۔ دونوں مل کر شہادت کو مکمل کریں گی البتہ ان کی حیثیت مختلف ہے ایک شاہدہ جو شہادت دے رہی ہے اور دوسری مذکرہ ہے جس کی ذمہ داری ہے کہ وُہ بھول جانے والے شہادت کے حصہ کو یاد کرائے۔ اگر دیکھا جائے تو مذکرہ بھی من وجہ شاہدہ ہے۔ اس لیے کہ شاہدہ سے شہادت کا جو حصہ رہ گیا ہے اس کو پورا کرنا مذکرہ کا کام ہے۔

قرآنِ مجید میں ہے "فَإِنْ لَمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ أَنْ تَضِلَّ إِحْدَاهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَىٰ" یعنی "دو مرد گواہ نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ان گواہوں سے جن کو تم پسند کرتے ہو یہ اس لیے کہ ایک ان کی بھول جائے

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

تو دوسری اس کو یاد کرائے گی۔"

مدیر محدث کا موقف قرآنِ مجید کی اس آیت کے خلاف ہے۔ ان کا قول ہے کہ ہر عورت کی شہادت الگ الگ ہوگی۔ دونوں مل کر ان کی شہادت ایک مرد کی شہادت کے برابر ہوگی۔ ان کا یہ موقف درج ذیل وجوہات کی بناء پر محل نظر ہے۔

۱۔ ان کا یہ موقف قرآن مجید کی صراحت کے خلاف ہے چنانچہ آیت "اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰهُمَا الْاُخْرٰى" کا تقاضا ہے کہ عورتوں میں سے ایک عورت شاہدہ دوسری مذکرہ ہوگی۔ دو عورتوں کے مقرر کر لے کی قرآنِ مجید نے یہ علت بیان کی ہے "اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰهُمَا الْاُخْرٰى" یعنی "ایک کے بھولنے پر دوسری اس کو یاد کرائے۔" دو کی تعداد مقرر کرنے کی اور کوئی علت نہیں ہے اور نہ ہی ان کو یہ ہدایت ہے کہ وہ دونوں الگ الگ شہادت دیں اس سے واضح اور کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ شہادت کے وقت ایک عورت شاہدہ ہوگی اور دوسری مذکرہ۔

۲۔ مدیر محدث کا جو موقف ہے قریباً تمام ائمہ تفسیر نے اس کی تردید کی ہے۔ تفسیر فتح القدیر میں ہے:

(ا) وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ مَعْنٰى قَوْلِهٖ (فَتُذَكِّرَ اِحْدٰهُمَا الْاُخْرٰى) تُصَيِّرُهَا ذَكَرًا يَعْنِيْ اَنَّ مَجْمُوْعَ شَهَادَةِ الْمَرْاَتَيْنِ مِثْلُ شَهَادَةِ الرَّجُلِ الْوَاحِدِ وَلَا شَكَّ اَنَّ هٰذَا بَاطِلٌ لَا يَدُلُّ عَلَيْهِ شَرْعٌ وَّلَا لُغَةٌ وَّلَا عَقْلٌ (ص ۲۷۲)

"سفیان بن عیینہ نے (فَتُذَكِّرَ اِحْدٰهُمَا الْاُخْرٰى) کا یہ معنی بیان کیا ہے کہ وہ اس کو مذکر بنا دے گی یعنی ہر دو عورتوں کی شہادت جو الگ الگ ہوتی ہے جمع ہو کر ایک مرد کی شہادت جیسی ہوگی۔ بلاشبہ یہ مفہوم و مطلب باطل ہے نہ اس پر شرع دلالت کرتی ہے نہ لغت اور نہ عقل۔"

(ب) تفسیر ابن کثیر میں ہے:

"مَنْ قَالَ اِنَّ شَهَادَتَهَا مَعَهَا تَجْعَلُهَا كَشَهَادَةِ ذَكَرٍ فَقَدْ اَبْعَدَ"

"اور جس نے کہا ہے کہ اس کی شہادت اس کے ساتھ جمع ہو کر اس کو مرد کی شہادت کی طرح کر دے گی۔ اس کا یہ قول عقل و نقل سے بعید ہے۔" (ص ۳۳۵)

(ج) تفسیر خازن میں ہے:

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

وَحُكِيَ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ اَنَّهٗ قَالَ هُوَ مِنَ الذَّكَرِ اَنْ تَجْعَلَ اِحْدَاهُمَا الْاُخْرٰى ذَكَرًا وَالْمَعْنٰى اَنَّ شَهَادَتَهُمَا تَصِيْرُ كَشَهَادَةِ ذَكَرٍ وَالْقَوْلُ الْاَوَّلُ اَصَحُّ لِاَنَّهٗ مَعْطُوْفٌ عَلٰى تَضِلَّ۔ (۱۳)

"سفیان بن عیینہ سے روایت کی جاتی ہے کہ انہوں نے کہا کہ فتذکر کا ماخذ ذکر ذال کی فتح سے ہے یعنی ایک دوسری کو مذکر بنا دے گی یعنی دونوں کی شہادت مرد کی شہادت کی طرح ہو جائے گی۔ پہلا قول صحیح ہے، اس لیے کہ فَتُذَكِّرَ کا عطف تَضِلَّ پر ہے یعنی تذکار سے ہے۔ ایک شاہدہ دوسری مذکرہ ہو گی"

۳۔ اگر دونوں عورتوں سے شہادت الگ الگ لی جائے جیسا کہ مدیر محدث کا خیال ہے تو ان کی شہادت میں تضاد اور اختلاف کا بھی امکان ہے۔ ایسی صورت میں ہر دو عورتوں کی شہادت ایک مرد کی شہادت کے برابر کس طرح ہو گی؟ لہٰذا شہادت کی وہی صورت صحیح ہے جس کو قرآنِ مجید نے بیان کیا ہے یا ائمہ تفسیر نے اس کی وضاحت کر دی ہے

تذکر اور تضل:

مدیر محدث نے تذکر اور تضل کے بارہ میں تحقیق کی ایک جدید راہ اختیار کی ہے فرماتے ہیں:

"تُذَكِّرَ یاد دلانے کے معنی میں پڑھا جائے گا نہ کہ تُذْكِرَ مذکر بنانے کے معنی میں۔ اور یہی مفہوم دوسری تفسیروں سے بھی ثابت ہے بلکہ بعض نے تو یہ تصریح بھی کی ہے کہ فَتُذَكِّرَ تَضِلَّ کے مقابلہ میں ہے" (ص ۱۱)

اگر علم لغت پر توجہ فرماتے تو یہ کہنے کی کبھی جسارت نہ کرتے کہ فَتُذَكِّرَ تَضِلَّ کے مقابلے میں ہے۔ یہ اس لیے کہ تَضِلَّ کا اطلاق ایک سے زیادہ معنوں پر ہوتا ہے۔ اسی طرح فَتُذَكِّرَ کا اطلاق ایک سے زیادہ معنوں پر ہوتا ہے۔ اس لیے مطلق یہ کہنا کہ تُذَكِّرَ، تَضِلَّ کے مقابلے میں ہے غلط ہے، جب تک کہ اس کا ایک معنی نسیان معین نہ کر لیا جائے۔ تُذَكِّرَ کا معنی "یاد دہانی" لینے کے لیے صاحب تفسیر خازن کو بھی تَضِلَّ کا معنی وَهُوَ النِّسْيَانُ متعین کرنا پڑا۔ لہٰذا ہم پورے وثوق سے کہتے ہیں کہ کسی

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

مفسر نے مطلقًا یہ نہیں کہا کہ تُذَکِّرَ تَضِلَّ کے مقابلے میں ہے۔ یہ مدیرِ محدث کی اپنی از خود ایجاد ہے۔

تفسیر مراغی میں ہے۔

استاذ احمد مصطفٰے المراغی نے اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے کہ "شہادت میں دو عورتوں کی ضرورت کیوں ہے"، لکھا ہے:

"حَتّٰی اِذَا تَرَکَتْ اِحْدَاهُمَا شَیْئًا مِّنَ الشَّهَادَةِ کَاَنْ نَّسِیَتْهُ اَوْ ضَلَّ عَنْهَا تُذَکِّرُهَا الْاُخْرٰی وَتُتِمُّ شَهَادَتَهَا وَعَلَی الْقَاضِیْ اَنْ یَّسْئَلَ اِحْدَاهُمَا بِحُضُوْرِ الْاُخْرٰی وَیَعْتَدُّ بِجُزْءِ الشَّهَادَةِ مِنْ اِحْدَاهُمَا وَبَاقِیْهَا مِنَ الْاُخْرٰی"

(پارہ ۳) "جب ایک عورت شہادت کا کچھ حصہ بھول کر یا خطاء سے چھوڑ دے تو دوسری عورت اس کو یاد دلائے اور اس کی شہادت کو مکمل کرے۔ اور قاضی کی ذمہ داری ہے کہ دوسری کی موجودگی میں پہلی سے شہادت لے اور جتنا حصہ وہ بیان کرے قاضی اس کو معتبر سمجھے اور بقایا شہادت دوسری سے لے اور اس کا اعتبار کرے۔"

پھر فرماتے ہیں: وَکَثِیْرٌ مِّنَ الْقُضَاةِ لَا یَعْلَمُوْنَ بِهٰذَا جَهْلًا مِّنْهُمْ یعنی "بیشتر قاضی اپنی جہالت کی وجہ سے شہادت کے اس طریقہ کو نہیں جانتے۔"

استاذ احمد مصطفٰی المراغی کی عبارت عورتوں کی شہادت کے بارہ میں کسی تفصیل کی محتاج نہیں، اس سے حسبِ ذیل صورتیں منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوتی ہیں۔

۱۔ عورتوں میں سے ایک شاہدہ دوسری مذکرہ ہے تکمیلِ گواہی میں ہر دو شریک ہیں۔

۲۔ یاد دہانی سے پہلی گواہی اور یاد دہانی کی گواہی دونوں معتبر ہیں۔

۳۔ دوسری کی حاضری میں پہلی عورت گواہی دے گی۔

۴۔ یاد دہانی سے شاہدہ کی شہادت مسترد نہیں ہوگی۔

۵۔ اگر ان کے ساتھ مرد نہیں ہوگا تو صرف ان کی گواہی قابلِ قبول نہیں ہوگی۔

احادیث:

مدیرِ محدث نے اپنے موقف کی تائید میں چند ایک احادیث بحوالہ بخاری، مسلم

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

بیان کی ہیں۔ان میں سے بعض احادیث کے الفاظ حسب ذیل ہیں۔" اَلَیْسَ شَہَادَۃُ الْمَرْاَۃِ مِثْلَ نِصْفِ شَہَادَۃِ الرَّجُلِ" یعنی کیا عورت کی شہادت مرد کی شہادت کے نصف جیسی شہادت نہیں ؟ بعض احادیث کے الفاظ یہ ہیں "فَشَہَادَۃُ امْرَأَتَیْنِ تَعْدِلُ شَہَادَۃَ رَجُلٍ" دو عورتوں کی شہادت ایک مرد کی شہادت کے برابر ہے"

مگر احادیث کے مذکورہ الفاظ سے مدیرِ محدث کا موقف ثابت نہیں ہوتا تا بہ النزاع یہ مسئلہ نہیں کہ دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ہوں گی۔یہ تو سب کے نزدیک متفقہ مسئلہ ہے۔قرآن وحدیث اس پر شاہد ہیں۔مدیرِ محدث اور ہمارے درمیان نزاع اس بارہ میں ہے کہ گواہی کی صورت کیا ہو گی ؟ مدیرِ محدث کا موقف ہے کہ ہر دو عورتوں کی شہادت الگ الگ ہو گی۔دونوں شہادتیں جمع ہو کر ایک مرد کی شہادت کے برابر ہوں گی۔ہمارا موقف یہ ہے کہ دونوں میں ایک عورت شاہدہ ہے اور اس کے بھولنے پر دوسری عورت اس کو یاد دہانی کرائے گی دونوں ملکر ایک شہادت کو مکمل کریں گی۔جیسا کہ اس کی تفصیل اُوپر ہو چکی ہے۔جو احادیث بیان کی گئی ہیں ان میں سے مدیرِ محدث کا مدعا ثابت نہیں ہوتا جس کی تفصیل یہ ہے کہ بیان کردہ احادیث کے الفاظ میں یہ وضاحت نہیں پائی جاتی کہ شہادت کی کیفیت کیا ہے ؟ البتہ اتنا پتہ چلتا ہے کہ دو عورتوں کی شہادت ایک مرد کی شہادت کے برابر ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ سائلہ کو اتنا ہی بتانا مقصود تھا کہ عقل میں کمی کس طرح ہے ؟ سوال کے مطابق آپؐ نے جواب دے دیا۔حقیقت یہ ہے کہ آپؐ کے اس ارشاد" دو عورتوں کی شہادت ایک مرد کے برابر ہے" یا ایک عورت کی شہادت مرد کی شہادت کے نصف جیسی ہے" کا ماخذ قرآن مجید ہے۔چنانچہ صاحب مرعات نے لکھا ہے: اَلَیْسَ شَہَادَۃُ الْمَرْاَۃِ مِثْلَ نِصْفِ شَہَادَۃِ الرَّجُلِ اِشَارَۃٌ اِلٰی قَوْلِہٖ فَاِنْ لَّمْ یَکُوْنَا رَجُلَیْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتَانِ (مرعات جلد اول صفحہ ۴۹) اَلَیْسَ شَہَادَۃُ الْمَرْاَۃِ الحدیث" حضورؐ کا یہ ارشاد اللہ تعالیٰ کے اس قول کی طرف اشارہ ہے جس میں ہے" فَاِنْ لَّمْ یَکُوْنَا رَجُلَیْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتَانِ الآیۃ!

" فَشَہَادَۃُ امْرَأَتَیْنِ تَعْدِلُ شَہَادَۃَ رَجُلٍ" اس حدیث کی شرح میں ابو عبداللہ المازری نے کہا ہے" وَاَمَّا نُقْصَانُ الْعَقْلِ فَشَہَادَۃُ امْرَأَتَیْنِ تَعْدِلُ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

شَهَادَةَ رَجُلٍ تَنْبِيْهٌ مِنْهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى مَا وَرَاءَهُ وَهُوَ مَا نَبَّهَهُ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى عَلَيْهِ فِيْ كِتَابِهِ الْعَزِيْزِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰهُمَا الْاُخْرٰى" (مسلم جلد اول شرح نووی) بہر حال عقل کا نقصان یہ ہے کہ دو عورتوں کی شہادت ایک مرد کی شہادت کے برابر ہے۔ یہ اطلاع آپ کی طرف سے ہے جس بنا پر آپ نے سمجھا ہے اور وُہ وہی ہے جو اللہ تعالیٰ سبحانہٗ نے اپنی کتاب عزیز میں بیان کی ہے کہ ان میں سے ایک بھول جائے تو دُوسری اس کو یاد دلائے۔

مذکورہ عبارات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ احادیث "فَشَهَادَةُ امْرَاَتَيْنِ" اور "اَلَيْسَ شَهَادَةُ الْمَرْاَةِ" کا ماخذ قرآن مجید کی یہی آیت : "فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰهُمَا الْاُخْرٰى الاٰية" ہے اس لیے عورتوں کی شہادت کے بارہ میں وہی صورت صحیح ہے جو اس آیت میں بیان ہوئی ہے۔ یعنی شہادت کے وقت ایک عورت شاہدہ ہو گی اور دوسری مذکرہ جو یاد دلا کر اس شہادت کو مکمل کرے گی۔

مولانا اشرف علی تھانوی رحؒ:

"فَتُذَكِّرَ اِحْدٰهُمَا الْاُخْرٰى" کی تفسیر کرتے ہوئے مولانا موصوف لکھتے ہیں:

"اور ایک مرد کی جگہ دو عورتیں اس لیے تجویز کی گئی ہیں تاکہ ان دونوں عورتوں میں سے کوئی ایک بھی شہادت کے کسی حصہ کو خواہ ذہن سے یا شہادت کے وقت بیان کرنے سے بھُول جائے تو ان میں سے ایک دوسری کو یاد دلا دے اور یاد دلانے کے بعد شہادت کا مضمون مکمل ہو جاتے۔" (بیان القرآن)

بات طول پکڑ گئی۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ شہادت کے وقت دو عورتوں میں سے ایک شاہدہ دوسری مذکرہ ہے جو شہادت کے کسی حصّہ کے بھولنے پر اس کو یاد دلائیگی اور دونوں مل کر شہادت کو مکمل کریں گی جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہر عورت کی الگ گواہی ہو گی دونوں کی گواہی مل کر ایک مرد کی شہادت کے برابر ہوں گی یہ قول باطل ہے جیسا کہ امام ابن کثیرؒ اور امام شوکانیؒ نے اس قول کی سخت تردید کی ہے اور یہ قول بھی حقیقت کے خلاف ہے کہ "فَتُذْكِرَ" کی تخفیف کے ساتھ قراءت غلط ہے" جیسا کہ اس کی تفصیل اوپر ہو چکی ہے۔ ہم نے جو کچھ لکھا ہے وُہ کتاب و سنّت کی روشنی میں لکھا ہے۔ بایں ہمہ وُہ حرف آخر

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

نہیں۔ اس میں صواب و خطاء کا احتمال ہے۔ اصلاحی مشورہ قبول کرنے میں کوئی دریغ نہیں ہو گا۔ تعاقب میں جو انداز اختیار کیا گیا ہے وُہ اہلِ علم کی شان کے خلاف ہے۔

مسلک کے ٹھیکیدار بتا سکتے ہیں کہ ہم سے کون سا جرم ہُوا ہے جس کے انسداد کے لیے اہلحدیث جماعت کے علماء کے دروازوں پر المحذر اور المدد کی دستک دی گئی ہے اور ان جرائد کو معتوب گردانا گیا ہے جن میں ہمارا مضمون شائع ہُوا ہے۔ کیا اچھا ہوتا کہ تعاقب شائع کرنے سے پہلے مولانا مدنی سے مشورہ کر لیا ہوتا — مدیر محدث اس فن کے آدمی معلوم نہیں ہوتے۔

خَلَقَ اللّٰهُ لِلْحُرُوْبِ رِجَالاً

وَرِجَالاً لِلْقَصْعَةِ وَالثَّرِيْدِ

۳۰ر اپریل ۱۹۸۳ء

مخلص محمد صدیق رئیس جامعہ علیہ

ڈی بلاک سیٹلائٹ ٹاؤن سرگودھا

ردِّ تقلید اور حدیث کے حجتِ شرعیہ ہونے پر

حجیّتِ حدیث

شیخ ناصر الدین البانی کی مایہ ناز کتاب

ضخامت	ترجمہ	قیمت
۸۸ صفحات	حافظ عبدالرشید اظہر	۹ روپے صرف

ادارہ محدث مجلس التحقیق الاسلامی

۹۹ جے۔ ماڈل ٹاؤن لاہور

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

دارالافتاء

مولانا عزیز زبیدی
منڈی واربرٹن (شیخوپورہ)

خارج از نماز کا امام کو لقمہ دینا؟

جناب محمد دین صاحب چک ۴۲۱۔ ای بی ضلع وہاڑی سے لکھتے ہیں:

"کیا غیر مصلّی (خارج از نماز) امام جماعت کو لقمہ دے سکتا ہے یا نہیں؟ ــــ کتاب وسنت کی روشنی میں جواب تحریر فرما کر شکریہ کا موقع دیں!

الجواب: کوئی کہیں ہو، امام کو لقمہ دے سکتا ہے ــــ بلکہ ہر نمازی لقمہ لے سکتا ہے نماز میں غلط پڑھ ہو جانا یا رک جانا اور بھول جانا، ایک ایسا امر ہے جو اس امر کا متقاضی ہے کہ اس کو درست کیا جائے۔ اگر کوئی اس جذبہ سے لقمہ دیتا یا لیتا ہے تو اس میں کیا حرج ہے؟ یہ بات "تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى" کی نوعیت رکھتی ہے۔

صبح کا وقت ہے، صحابہ کرامؓ مسجد قباء میں نماز پڑھ رہے ہیں، ایک صحابیؓ نے آکر ان کو اطلاع دی کہ قبلہ بدل گیا ہے، چنانچہ وہیں انہوں نے نماز کی حالت میں بیت اللہ کی طرف رخ کر لیا:

"عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ بَيْنَ النَّاسُ بِقُبَاءٍ فِيْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ إِذْ جَاءَهُمْ آتٍ فَقَالَ إِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أُنْزِلَ عَلَيْهِ اللَّيْلَةَ قُرْآنٌ وَقَدْ أُمِرَ أَنْ يَّسْتَقْبِلَ الْكَعْبَةَ فَاسْتَقْبِلُوْهَا وَكَانَتْ وُجُوْهُهُمْ إِلَى الشَّامِ فَاسْتَدَارُوْا إِلَى الْكَعْبَةِ" (بخاری باب ما جاء فی القبلۃ)

امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ اس سے اس امر کا جواز نکلتا ہے کہ غیر نمازی نمازی کو بتائے اور وہ اس کی سنے:

"وَفِيْهِ جَوَازُ تَعْلِيْمِ مَنْ لَيْسَ فِي الصَّلٰوةِ مَنْ هُوَ فِيْهَا وَأَنَّ اسْتِمَاعَ الْمُصَلِّيْ لِكَلَامِ مَنْ لَيْسَ فِي الصَّلٰوةِ لَا يُفْسِدُ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

صلوٰتکم" (فتح الباری ص ۲۵۲)

امام شوکانی لکھتے ہیں کہ امام کو لقمہ دینا مطلقاً جائز ہے ؛

"والأدلة قد دلت على مشروعية الفتح مطلقاً" (نیل الاوطار ص ۲۴۶)

فرمایا کہ اگر اس کے لیے اور کوئی دلیل نہ ہوتی تو بھی "تعاون علی البر والتقویٰ" کافی ہوتا :

"فلو قدرنا عدم وجود دليل يدل على مشروعيته لكان من التعاون على البر والتقوى" (السیل الجرار ص ۲۲۵)

(۲)

تشہد میں شامل ہونے والے کی نمازِ جمعہ؟

دائرۂ دین پناہ (ضلع مظفر گڑھ) سے ایک صاحب لکھتے ہیں کہ :

" ایک مسلمان نمازِ جمعہ میں حالتِ تشہد میں جماعت کے ساتھ مل جاتا ہے، کیا اُس کی نماز ادا ہو جائیگی؟"

الجواب :

ایک قول یہ ہے کہ نمازِ جمعہ شمار نہیں ہو گی، اب اس کو ظہر کی چار رکعتیں ادا کرنا ہوں گی، اس سلسلے میں مرفوع روایات تو تسلی بخش نہیں ہیں، البتہ موقوف آثار اس کے بارے میں بالکل واضح ہیں کہ ایک رکعت پالی تو جمعہ ہو گیا، ورنہ ظہر ادا کی جائے :

"قال عبد الله من أدرك ركعة من الجمعة فليصل إليها أخرى ومن لم يدرك الركوع فليصل أربعاً"

(ابن ابی شیبۃ ص ۱۲۸/۲، ۱۲۹)

"وكذا قال الأسود والشعبي (ایضاً ص ۱۲۹/۲) وهذا قول سعيد بن المسيب وأنس والحسن (ایضاً ص ۱۳۰/۲)

اہل حدیث علماء کا بھی یہی نظریہ ہے۔

دوسرا قول یہ ہے : کہ جو شخص تشہد میں مل جاتا ہے وہ دو ہی رکعتیں پڑھے، یعنی اس کا جمعہ ہو گیا ؛

"عن أبي وائل قال قال عبد الله من أدرك التشهد فقد

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

أَدْرَكَ الصَّلٰوةَ » (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۳۱/۲)

یعنی عبداللہ (ابن مسعود) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے کہ: "جو شخص تشہد پالیتا ہے اس کی نماز ہو گئی!"

حکم اور حماد سے امام شعبہ نے پوچھا کہ ایک شخص اگر امام کے سلام پھیرنے سے پہلے نماز میں شریک ہو جاتا ہے تو اس کا کیا حکم ہے، فرمایا وہ دو ہی رکعتیں پڑھے، یعنی جمعہ ہو گیا:

« عَنْ شُعْبَةَ قَالَ سَأَلْتُ الْحَكَمَ وَحَمَّادًا عَنِ الرَّجُلِ يَجِيْءُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ قَبْلَ أَنْ يُسَلِّمَ الْإِمَامُ قَالَا يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۳۱/۲)

یہی بات حضرت ضحاک اور حضرت امام نخعی نے بھی کہی ہے (ایضاً ص ۱۳۱/۲)

راقم الحروف کے نزدیک بھی یہی قول اقرب الی الصواب ہے۔ نماز کوئی ہو، جب اس میں ایک نمازی کسی بھی مقام میں شریکِ جماعت ہو جاتا ہے، تو اس کی وہ نماز وہی شمار کی جاتی ہے جس میں وہ شریک ہوتا ہے۔ وہ ظہر ہو عصر، یا اور کوئی نماز — پھر جمعہ کی نماز اس سے کیوں مستثنیٰ کی جاتی ہے؟

وجہِ مغالطہ:

اصل میں مغالطہ کا بنیادی سبب روایات کے یہ الفاظ بن جاتے ہیں کہ "جس نے رکوع پالیا رکعت ہو گئی ورنہ نہیں" مثلاً «مَنْ أَدْرَكَ مِنْ صَلٰوةٍ رَكْعَةً فَقَدْ أَدْرَكَهَا!»

اس سلسلے میں اس حد تک ہم بھی اتفاق کرتے ہیں کہ: رکوع میں شرکت کے بغیر رکعت نہیں بنتی لیکن کیا، جو نماز سمجھ کر اس میں نمازی نے شرکت کی ہے وہ نماز اسے مل گئی ہے یا نہیں؟ — جن حضرات نے یہ فیصلہ فرمایا کہ: اسے وہ نماز نہ مل سکی، ہمارے نزدیک یہ استنباط صحیح نہیں ہے، کیونکہ آخری تشہد بھی نماز کا حصّہ ہے۔ جب اس میں شرکت نصیب ہو گئی تو جیسا کہ دوسری نمازوں کی بات ہے، اسے بھی انہی نمازوں کے ساتھ رکھنا چاہیے جو ایسی صورت میں شمار کی جاتی ہیں۔ اگر آپ کہیں کہ نماز کا زیادہ حصّہ نہیں پا سکے تو اس کے لیے یہی کہا جائے گا کہ وہ ان کو نہیں ملی، کہ "حُكْمُ الْأَكْثَرِ حُكْمُ الْكُلِّ" — لیکن سوال یہ ہے کہ: ظہر کی رکعتوں میں سے اخیری رکعت کے صرف رکوع کے پالینے سے وہ مدرک نماز کیسے بن گئے؟ حالانکہ اکثر حصّہ میں وہ شریک نہیں

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

ہو سکے؟

نماز کا دائرہ، سلام پھیرنے تک ممتد ہے۔ تکبیر تحریمہ سے نماز شروع ہوتی اور سلام پھیرنے پر ختم ہوتی ہے:

"تحریمها التکبیر وتحلیلها التسلیم" (ترمذی وغیرہ) مجموعی لحاظ سے یہ روایت قابلِ احتجاج ہے۔ (نیل ص ۱۲۵ ج ۲) جب یہ صورتِ حال ہے تو پھر یہ کیوں کہا جائے کہ نمازی اس نماز کو نہیں پا سکے؟

بہر حال راقم الحروف کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ: التحیات (تشہد) میں بھی اگر کوئی شریک ہو جاتا ہے تو اس کا جمعہ ہو گیا، ہاں جتنا حصہ امام کے ساتھ ادا نہیں کر سکا تو اُس کو اُٹھ کر پورا کر لے —— ہاں اگر اس سلسلے میں کوئی صحیح اور مرفوع متصل حدیث موجود ہے تو پھر ہم اپنے اس نظریہ پر اصرار نہیں کریں گے، امام ابنِ حجر عسقلانی لکھتے ہیں: امام ابنِ حبان کا ارشاد ہے، اس سلسلے کی ساری روایات معلول ہیں: امام ابنِ ابی حاتم فرماتے ہیں: اس حدیث کا کوئی وجود نہیں، یعنی جمعہ کی نماز کی رکعت نہ پا سکے تو چار رکعت ظہر والی روایت:

"قال ابن حبان فی صحیحه انها کلها معلولة وقال ابن ابی حاتم لا اصل لهذا الحدیث انما المعنی من ادرک فی الصلوٰة رکعة فقد ادرکها" (تلخیص الحبیر ص ۱۲۷ طبع ہند)

واللہ اعلم!

علاوہ ازیں محدث کی وساطت سے مندرجہ ذیل سوالات کیے گئے ہیں:

۱۔ عورت کے سر کے بال ستر میں شامل ہیں یا نہیں؟ (از گوجرانوالہ۔ ڈار)

۲۔ نمازِ جمعہ کے تشہد کے مدرک کا جمعہ ہو گیا یا اب وُہ ظہر ادا کرے؟ (فاروقی)

۳۔ جنت میں مردوں کے لیے تو حوریں ہوں گی عورتوں کے لیے کیا ہو گا؟

۴۔ ذبح کے وقت ذبح کرنے والے کے جذبات کیسے ہونے چاہئیں؟

۵۔ نماز کے بعد اجتماعی دُعا جائز ہے یا نہ؟

۶۔ کسی تبلیغی جلسہ میں عورتیں مبلغ کو دیکھ سکتی ہیں یا نہ؟

۷۔ بیت الخلاء میں کپڑوں پر جو مکھیاں بیٹھتی ہیں ان سے کپڑا پلید ہو جاتا ہے یا نہیں؟

۸۔ رشوت مجبوری بن گئی ہے، کیا ایسی صورت میں بھی راشی اور مرتشی لعنتی ہیں؟

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

۹۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی حفاظت کے لیے اسلحہ رکھنے کا حکم دیا ہے۔ کیا اب بھی لائسنس لینا ضروری ہے؟

۱۰۔ حضرت سلیمانؑ اور بلقیس کا نکاح ہوا تھا یا نہ؟

۱۱۔ زلیخا کو اس کے جرم پر مطعون کیا جا سکتا ہے؟

۱۔ عورت کے سر کے بال:

ستر میں داخل ہیں، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ جب لڑکی بالغ ہو جائے تو اس کے چہرہ اور دونوں ہتھیلیوں کے سوا اس کا کچھ اور حصہ نظر نہ آئے:

"یَا اَسْمَاءُ اِنَّ الْمَرْأَۃَ اِذَا بَلَغَتِ الْمَحِیْضَ لَمْ یَصْلُحْ اَنْ یُّرٰی مِنْھَا اِلَّا ھٰذَا وَھٰذَا وَاَشَارَ اِلٰی وَجْھِہٖ وَکَفِّہٖ"

(ابوداؤد)

نیز فرمایا:

"اَلْجَارِیَۃُ اِذَا حَاضَتْ لَمْ یَصْلُحْ اَنْ یُّرٰی مِنْھَا اِلَّا وَجْھُھَا وَیَدَاھَا" (ابوداؤد)

۲۔ نیک عورتوں کے لیے نیک مرد:

نیک عورتوں کے لیے نیک مرد ہوں گے:

"اَلصَّالِحَاتُ لِلصَّالِحِیْنَ" (طبرانی عن لقیط بن عامر۔ حادی الانام الی دار السلام ص۸۹)

۳۔ مدرکِ تشہد مدرکِ جمعہ ہوگا:

کیونکہ تکبیر سے سلام پھیرنے تک جو نماز ہے وہی نمازِ جمعہ بھی ہے، جتنی باقی رہ گئی وہ ادا کرے:

"عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللہِ مَنْ اَدْرَکَ التَّشَھُّدَ فَقَدْ اَدْرَکَ الصَّلٰوۃَ" (ابن ابی شیبۃ ص ۱۳۱/۲)

۴۔ ذبح کے وقت جذبات:

ذبح کے وقت اگر ترس آتا ہے تو رحم دلی کی بات ہے، مبارک ہے، تاہم

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ہاتھ مبارک سے کئی ایک اونٹ ذبح کیے تھے (بخاری) اس لیے اسے گناہ نہ تصور کیا جائے۔

۵۔ بعد از نماز اجتماعی دُعا :

کسی ایک پہلو پر اصرار نہ کیا جائے، کبھی مانگ لی جائے اور کبھی چھوڑ دی جائے، کیونکہ نماز بہ جماعت ہو یا انفرادی نماز ہو، سلام سے پہلے جو دُعا کی جاتی ہے وُہ کافی ہوتی ہے۔ جس طرح دُعا بعد از جنازہ پر اصرار بُرا ہے اسی طرح یہاں بھی بُرا ہے کیونکہ نماز کے اندر دُعا ہو جاتی ہے۔ اگر بعد میں نہ کی جائے تو گناہ نہیں ہے بلکہ بہتر ہے کہ اس پر قناعت کی جائے جیسا کہ نماز جنازہ کی بات ہے۔

۶۔ مبلغ پر عورت کی نگاہ :

کسی جلسہ میں مبلغ پر کسی عورت کی اچٹتی نگاہ کا پڑ جانا کوئی گناہ نہیں ہے، کیونکہ پڑ ہی جاتی ہے، ہاں ٹکٹکی باندھے دیکھے جانا شرعاً ممنوع ہے۔

" یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ " (القرآن) کو ملحوظِ خاطر رکھا جائے۔

۷۔ بیت الخلاء کی مکھیاں اور کپڑے :

یہ بلائے بے درماں ہے، اس کا علاج عوامی سطح پر ممکن ہی نہیں ہے، اس لیے اگر اس سے بچنا ضروری ہوتا تو یہ حرج کی بات ہوتی جو اللہ تعالیٰ کو منظور نہیں ہے :

" مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ " (پ ۶ مائدہ ع ۲)

آپ تسلّی رکھیں کہ اس کے بیٹھنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ نہ کپڑے پلید ہوتے ہیں نہ جسم!

۸۔ رشوت مجبوری بن گئی ہے :

رشوت کوئی شرعی مجبوری نہیں ہے، بلکہ " اُشْرِبُوْا فِیْ قُلُوْبِہِمُ الْعِجْلَ " والی بات بن گئی ہے، جو رشوت نہیں لیتے وُہ بھی تو جی ہی رہے ہیں اور جو رشوت نہیں دیتے، وُہ بھی مر نہیں گئے، ہمارے نزدیک دونوں لعنتی ہیں۔ ہاں اگر کوئی شخص اپنے حق کے حصول کے لیے آخری چارۂ کار کے طور پر اس کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے، تو ہو سکتا ہے کہ اللہ کے ہاں اس کے خلاف مقدمہ نہ چلایا جائے، لیکن یہ معیار اور پیمانہ بھی اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ کس حد تک کسی کو وُہ شرعی معذور تصور فرماتا ہے

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

ہم صرف احتمال کی حد تک کہہ سکتے ہیں کہ فلاں صورت اس کے لیے وجہ معذرت بن سکتی ہے۔ حتمی فیصلہ نہیں دے سکتے، اس لیے شرعاً مناسب یہی ہے کہ اس سے پرہیز ہی کیا جائے۔

۹۔ ہتھیار اور لائسنس:

لائسنس لینا ضروری ہے ورنہ انتظامیہ کی راہ میں خاصی مشکلات پیدا ہو سکتی ہیں۔ جیسا کہ دوسرے مقدمات گھر بیٹھے انسان خود نپٹانے کا مجاز نہیں ہے۔ اس میں بھی وہ آزاد نہیں ہے ورنہ تحفظِ نفس کے بہانہ سے خدا جانے دنیا کہاں سے کہاں پہنچ کر دم لے۔

۱۰۔ حضرت سلیمانؑ اور بلقیس کا نکاح:

صحیح احادیث میں نفیاً یا اثباتاً اس کے بارے میں کچھ نہیں آیا۔ باقی رہیں اسرائیلیات؟ ان کے کیا ہی کہنے، ان کے سلسلے میں کوئی بھی شخص ضمانت نہیں دے سکتا۔

۱۱۔ زلیخا کا جرم:

اتنی بہر حال گنجائش مل سکتی ہے کہ یہ کہا جائے کہ: یہ فعل اچھا نہیں تھا، قرآن نے تو بہر حال بعد میں اس کا ذکر فرما ہی دیا ہے!

عوام کے علاوہ خطیبوں اور واعظوں کیلیے خصوصی تحفہ

جامِ طہور خوشخبری صبحِ صادق

تقریباً عرصہ چالیس سال سے ہندوپاکستان کے دینی جرائد میں مسلسل چھپنے والی دینی، روحانی، اخلاقی، اصلاحی نظمیں دو کتابوں "جامِ طہور" "صبحِ صادق" کی صورت میں چھپ گئی ہیں، برائیوں سے اجتناب، نیکیوں کی تلقین، قرآنِ کریم کی بہت سی آیات اور احادیثِ مطہرہ کا ترجمہ و مفہوم وجد آفریں اشعار کی صورت میں حمد، نعت، توحید، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، اسلام، قرآن، احادیث، مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، جہاد وغیرہ کے فضائل پر مشتمل نظمیں مرد، عورت، بچے، بوڑھے سب کیلیے یکساں مفید خطیبوں اور واعظوں کیلیے تحفہ محمد عبدالرحمٰن عاجز مالیر کوٹلوی ثم لیہ، مو کے ملنے عام برنخ

رحمانیہ دار الکتب امین پور بازار فیصل آباد فون ۳۲۹۱۶

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

تحقیق و تنقید

جناب عبدالرؤف ظفر

آخری قسط

معراج النبیؐ پر کیے گئے اعتراضات کا علمی جائزہ

معراج النبیؐ کی تاریخ میں دشواری کا سبب یہ ہے کہ ہجرت سے قبل سن اور تاریخ نہیں تھے، قرآنِ مجید میں لیلاً کا لفظ ہے، گویا رات کو ہونے میں کوئی شک نہیں۔ اور یہ بھی مسلمہ حقیقت ہے کہ ہجرت سے قبل یہ واقعہ مکہ مکرمہ میں پیش آیا۔ قاضی سلیمان منصور پوریؒ نے آں حضرتؐ کی ۲۳ سالہ سیرتِ مبارکہ کی جنتری تیار کی ہے جس کے مطابق ۵۲ھ ولادتِ نبوی ۲۷ رجب کو شبِ معراج ہوئی۔ ۲۷ رجب کے بعد طلوع ہونے والا دن بدھ تھا۔ اس لحاظ سے بدھ کی شب، ۲۷ رجب ۵۲ھ ولادتِ نبویؐ شبِ معراج ہوئی۔

(رحمۃ للعالمین ج ۲ ص ۱۲۶)

دراصل اس دور میں لوگ اس قسم کے دنوں کو مناتے نہیں تھے کہ ان کو ذہن میں رکھتے بلکہ اصل تحفہ جو اس رات ملا، اس کو کسی نے نہ چھوڑا، یعنی نماز۔

ایک اور چیز جس کا ذکر ضروری ہے وہ یہ ہے کہ کسی چیز کے وقوع میں اختلاف سے یہ نتیجہ نہیں نکالا جا سکتا کہ سرے سے اس چیز کا ہی انکار کر دیا جائے۔ حالانکہ اگر مختلف لوگ مختلف انداز میں کسی چیز کے متعلق بات کریں تو یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ اس کا اصل موجود ہے جس کے متعلق اختلاف ہوا ہے، ورنہ اگر اصل ہی نہ ہوتی تو تاریخ میں اختلاف کیسا؟ اور اگر تاریخ میں اختلاف کی بناء پر اصل کا انکار ہو سکتا ہے تو نہ آں حضرتؐ کی ولادت ثابت ہو گی اور نہ ہجرت! مثلاً ہمارے ملک میں علامہ اقبال کی تاریخ پیدائش کے متعلق کئی سالوں بعد اب یہ تحقیق ہوئی ہے کہ ۹ نومبر ۱۸۷۷ء

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

ہے۔ پہلے کوئی اور تاریخ تھی لیکن رضوانی صاحب نے علامہ صاحب کی پیدائش کا انکار نہیں کیا ۔ پس معراج کی تاریخ کی بجائے مقاصد پر غور کریں !

۶۔ الفاظ کے پیچوں میں الجھتے نہیں دانا ،
غواص کو مطلب ہے صدف سے کہ گہر سے !

۷۔ آں حضرتؐ معراج کے وقت کس جگہ سکون پذیر تھے؟ یہ کوئی ایسی سوچنے کی بات نہیں۔ اصل مقصد تو آپؐ کا تشریف لے جانا ہے۔ بلاشبہ آپؐ تشریف لے گئے صحیحین کی روایات کے مطابق آپؐ کعبہ میں محوِ استراحت تھے۔ (بخاری جلد اول ص۵۰)

بخاری و مسلم کی ایک روایت حضرت ابوذر غفاریؓ سے ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا :

"میں مکہ میں تھا، میرے گھر کی چھت کھولی گئی اور جبرائیلؑ آئے"۔

(بخاری جلد اول ص ۵۰)

مولانا سلیمان ندویؒ اس کے متعلق فرماتے ہیں :

"ہمارے نزدیک اس کی صحیح تعبیر یہ ہے کہ آپؐ خانہ کعبہ میں آرام فرما تھے، لیکن آپؐ کو مشاہدہ یہ کرایا گیا کہ آپؐ اپنے گھر میں ہیں۔ اس کی چھت کھلی جبرائیلؑ آئے!" (سیرت النبیؐ ج ۳ ص ۳۱۱)

اگر گھر کو بھی تسلیم کر لیا جائے تو یہ خلافِ حدیث نہیں کہ گھر سے جبرائیلؑ آنحضرتؐ کو خانہ کعبہ میں لے گئے، وہاں شقِ صدر ہوا اور پھر عالمِ بیداری میں آپؐ نے بیت المقدس اور آسمانوں کو دیکھا۔ اس سے بھی واقعۂ معراج کا انکار ثابت نہیں ہوتا۔ جزئیات میں اختلاف کی بناء پر اصل چیز کو کالعدم قرار نہیں دیا جا سکتا۔

۸۔ صحیحین کی روایات اور دیگر مستند احادیث کے مطابق آں حضرتؐ کا شقِ صدر دو دفعہ ہوا، ایک دفعہ معراج سے قبل اور ایک دفعہ بچپن میں۔ معراج میں بھی اگر شقِ صدر ہوا تو اس سے پہلے واقعہ کا انکار ثابت نہیں ہوتا۔ چنانچہ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آں حضرتؐ کے پاس جبرائیلؑ آئے جبکہ آپؐ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے، انہوں نے آں حضرتؐ کو پکڑ کر لٹایا، سینہ شق کیا اور دل نکالا۔ اس سے خون کا لوتھڑا نکالا اور کہا: "هٰذَا حَظُّ الشَّيْطَانِ مِنْكَ" "یہ آپ سے شیطان کا حصہ ہے" پھر سونے کے تھال میں رکھ کر اسے زمزم کے پانی سے دھویا اور اسے اس کی جگہ پر رکھ کر زخم کو

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

درست کر دیا۔ (حضرت انس رضؓ نے زخم کے سینے کا نشان آنحضرتؐ کے سینہ مبارک میں دیکھا) بچوں نے جا کر یہ واقعہ اپنی ماں (دایہ) کو بتایا۔ وہ آئیں تو آں حضرتؐ کا رنگ تبدیل تھا۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۱۲)

دوسری روایت اس طرح سے ہے، آں حضرتؐ نے ارشاد فرمایا:

"جبریلؑ نے میرے پاس آکر سینے میں شگاف کیا، پھر اس کو زمزم کے پانی سے دھویا، پھر سونے کے ایک تھال کو، جو حکمت اور ایمان سے بھرا ہوا تھا، میرے سینے میں ڈال دیا۔" (مسلم ج ۱ ص ۱۱۲)

یہ واقعہ دو دفعہ ہوا اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ آپؐ بچپن میں شیطان کے ہر حملہ سے محفوظ کر دیے گئے اور آپؐ کا سینہ علم و حکمت سے بھر دیا گیا۔ آپؐ کے دل میں غیر اللہ کا خیال پہلے ہی نہ تھا لیکن اب تصور بھی نہ رہا ؎

تا خانہ دل خالی از اغیار نیابی
بام و در ایں خانہ پُر از یار نیابی

۹۔ مسجدِ اقصیٰ کا وجود قرآن مجید سے ثابت ہے جس پر بحث کی کوئی ضرورت نہیں۔ محدثین کی صحیح روایات کے مطابق یہ یروشلم میں واقع ہے۔ معراج کے وقت مسجدِ نبویؐ کا وجود ہی نہیں تھا تو اُس کے ذکر کرنے کی ضرورت ہی نہ تھی اور بعد میں بھی کبھی مسجدِ نبویؐ کو مسجدِ اقصیٰ نہ کہا گیا بلکہ صحیح روایات میں جن ایسی تین جگہوں کا ذکر ہے جہاں پر ثواب زیادہ ملتا ہے، ان میں مسجدِ نبویؐ کے ساتھ مسجدِ حرام اور مسجدِ اقصیٰ کا بھی ذکر ہے۔ (مشکوٰۃ ص ۲، باب المساجد)

جہاں تک اس کے منہدم ہونے اور معراج النبیؐ کے وقت موجود نہ ہونے کا تعلق ہے، اس کے متعلق مولانا عبدالحق محدث دہلوی نے بڑی تحقیق سے بیت المقدس کی پوری تاریخ لکھی ہے اور حاشیہ پر یہ لکھا ہے:

"مسجدِ اقصیٰ، بیت المقدس۔ یہ انبیاء سابقین کا قبلہ ہے۔ یہ مسجد جس کو اہل کتاب ہیکل کہتے ہیں، ملک فلسطین کے شہر یروشلم میں حضرت سلیمانؑ نے حضرت موسیٰؑ سے تخمیناً پانچ سو برس بعد تعمیر کی تھی، اس پر بنی اسرائیل کی شرارت اور بدکاری سے کئی بار صدمے آئے۔ گرائی گئی اور پھر بنی۔ آں حضرتؐ کے عہد میں

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

شہزادۂ روم طیطس (TITUS) کی گرائی ہوئی مسجد کا ایک ڈھیر پڑا تھا۔ مسجد اسی کا نام ہے نہ عمارت کا۔ کیونکہ عمارت بدلتی رہتی ہے مسجد نہیں بدلتی، مگر اس کے پاس عیسائیوں نے مذہبی عمارت تعمیر کرا رکھی تھی۔ اس زمانہ میں اس کو بیت المقدس اور مسجدِ اقصیٰ کہتے تھے جس کے نشان آں حضرتؐ نے قریش کے پوچھنے پر بتائے۔" (تفسیر حقانی ج ۵ ص ۴۵)

پورے مکہ کو بھی مسجدِ حرام کہا جاتا ہے، جیسا کہ جامع البیان میں ہے:

"وَ يُطْلَقُ عَلٰى مَكَّةَ كُلِّهَا الْمَسْجِدُ الْحَرَامُ"

(جامع البیان ج ۱ ص ۳۹۲)

"پورے مکہ پر مسجد حرام کا اطلاق ہوتا ہے۔"

اگر پورے مکہ کو مسجدِ حرام کہہ سکتے ہیں تو عیسائیوں کی اس دور میں موجود اس مقام پر مذہبی عمارت کو مسجدِ اقصیٰ کہنے میں کوئی قباحت نہ تھی۔ کسی صحیح روایت میں مسجدِ نبویؐ کو مسجدِ اقصیٰ نہیں کہا گیا اور نہ ہی مسجدِ اقصیٰ کا مقام جنت میں بتایا گیا ہے۔ رضوانی صاحب ہر گری پڑی چیز کو اٹھا کر محدثین کے نام تھوپنے میں مہارتِ تامہ رکھتے ہیں۔

۱۰۔ رضوانی صاحب نے حدیث کے ترجمہ میں غلطی کی ہے "سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ" کا ترجمہ "سات ہزار فرشتے" کیا، جبکہ یہ ستّر ہزار ہے۔ کتبِ احادیث میں الفاظ دیکھے جا سکتے ہیں۔ صحیح مسلم میں ہے:

"وَ اِذَا هُوَ يَدْخُلُهُ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ لَا يَعُوْدُوْنَ اِلَيْهِ" (ج ۱ ص ۱۱۱)

"اس میں ہر روز ستّر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں، پھر اس کی طرف لوٹتے نہیں ہیں (یعنی ان کی باری پھر نہیں آتی)"

اسی طرح اللہ تعالیٰ سے ستّر ہزار باتیں کرنے کا لکھا ہے، حالانکہ کسی حدیث کی کتاب میں اس کا وجود نہیں بلکہ وضعی جملہ ہے۔ آں حضرتؐ کے نام جھوٹی بات منسوب کرنے پر آں حضرتؐ نے بہت سخت وعید سنائی ہے، فرمایا:

"مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ"

(بخاری ج ۱ ص ۱۱۳)

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

"جس آدمی نے مجھ پر جھوٹ باندھا تو اسے اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالینا چاہیے!"

پھر اس مقام پر حدیث کا ترجمہ بالکل غلط لکھا ہے۔ مضمون میں "پانچ یا پچاس برابر ہیں" لکھا ہے۔ حالانکہ حدیث کے لفظ یہ ہیں:

"هِيَ خَمْسٌ وَهِيَ خَمْسُوْنَ" (مسلم ج ۱ ص ۱۱۲)

کہ "وہ پانچ ہیں اور (ثواب میں) پچاس ہیں!"

دوسری حدیث میں اس کی وضاحت اس طرح سے ہے کہ ایک نیکی دس کے برابر ہے، لہٰذا پانچ نمازیں پچاس کے برابر ثواب میں ہوں گی۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے معراج کی پوری روایت ہے۔ پھر بعد ازاں نمازوں کی تعداد جب تخفیف کر کے پانچ کر دی گئی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"يَا مُحَمَّدُ إِنَّهُنَّ خَمْسُ صَلَوَاتٍ كُلَّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ، لِكُلِّ صَلٰوةٍ عَشْرٌ فَذٰلِكَ خَمْسُوْنَ صَلٰوةً وَمَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كُتِبَتْ لَهُ حَسَنَةٌ فَإِنْ عَمِلَهَا كُتِبَتْ عَشْرًا۔" (ایضاً ص ۱۱۱)

"اے محمدؐ، یہ دن رات میں پانچ نمازیں ہیں۔ ہر نماز کا ثواب دس کے برابر ہے۔ اس طرح سے پچاس تصور ہوں گی اور جو نیکی کا ارادہ کرے لیکن نہ کر سکے تو اُس کو ایک نیکی کا ثواب ملے گا اور اگر نیکی کر لی تو دس لکھی جائیں گی۔"

مطلب صاف واضح ہے، پھر فرشتوں کے متعلق وضاحت صحیح مسلم میں ہی آگے ہے چنانچہ حضرت ابوذر غفاریؓ کی حدیث یہی ہے، آں حضرتؐ نے فرمایا:

"ثُمَّ رُفِعَ لِيَ الْبَيْتُ الْمَعْمُوْرُ فَقُلْتُ يَا جِبْرَائِيْلُ مَا هٰذَا؟ قَالَ هٰذَا بَيْتُ الْمَعْمُوْرِ يَدْخُلُهٗ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعُوْنَ أَلْفَ مَلَكٍ إِذَا خَرَجُوْا مِنْهُ لَمْ يَعُوْدُوْا فِيْهِ آخِرُ۔"

(مسلم ج ۱ ص ۱۱)

پھر "میرے سامنے بیت المعمور بلند ہوا۔ میں نے کہا "جبرائیل یہ کیا ہے؟" جبرائیل نے کہا "یہ بیت المعمور ہے اس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں۔ جب وہ نکل جاتے ہیں تو پھر آخر تک واپس نہیں آتے۔" یعنی

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

"اُن کی باری نہیں آتی"۔

۱۱۔ فہمِ حدیث کے لیے سیاق و سباق کو مدِّ نظر رکھنا ضروری ہے لیکن یہاں اسے بالکل نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ پہلی بخاری شریف کی روایت میں امام بخاریؒ نے جس جگہ اس کو درج کیا، وہاں اس طرح سے باب باندھا گیا ہے:

"بَابُ صَلٰوةِ النِّسَآءِ مَعَ الرِّجَالِ فِي الْكُسُوْفِ"

"کسوف میں عورتوں کی مردوں کے ساتھ نماز"

پھر حدیث میں ہے، سورج گرہن کی نماز پڑھا کر آں حضرتؐ نے یہ فرمایا:

"میں نے جنت اور دوزخ کو اس جگہ دیکھا!" الفاظ یہ ہیں:

"مَا مِنْ شَيْءٍ كُنْتُ لَمْ أَرَهُ إِلَّا وَقَدْ رَأَيْتُهُ فِي مَقَامِي هٰذَا حَتَّى الْجَنَّةَ وَالنَّارَ" (بخاری ج ا ص ۱۴۴)

"کوئی چیز نہیں جو میں نے اس جگہ نہ دیکھی ہو، یہاں تک کہ جنت اور دوزخ بھی دیکھے!"

یہ روایت نمازِ کسوف کی ہے، اس میں اللہ تعالیٰ نے آں حضرتؐ کو جو منظر دکھایا، اس میں معراج کا کوئی ذکر نہیں، نہ خواب کا ذکر ہے۔ لیکن صاحبِ مضمون نے معراج النبیؐ کو خواب یا افسانہ ثابت کرنے کے لیے اس کو بھی درج کر دیا، حالانکہ اہلِ علم جانتے ہیں کہ یہاں یہ استدلال کسی صورت بھی نہیں ہو سکتا۔

جامع ترمذی کی روایت میں صاف طور پر "فِي الْمَنَامِ" (نیند میں ۔ جامع ترمذی ج ۲ ص ۱۷۸) کے لفظ ہیں۔ مضمون میں بیان کردہ اور یہ روایت دونوں ہی حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہیں لیکن صاحبِ مضمون نے حدیث کو سمجھے بغیر یا اپنی مرضی سے تجاہلِ عارفانہ سے کام لے کر دُوسری طرف نظر ہی نہیں کی اور پھر دُوسری جگہ جامع الترمذی میں ہی حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ آں حضرتؐ نے فرمایا "إِنِّي نَعَسْتُ" مجھے اونگھ آئی"۔ پھر ایک اور روایت میں ہے جو مسند احمد میں حضرت معاذؓ سے بیان کی گئی ہے، آں حضرتؐ نے فرمایا:

"نَنَعِسْتُ فِي صَلٰوتِي حَتّٰى اسْتَيْقَظْتُ" (ج ۵ ص ۲۴۳)

"مجھے نماز میں اونگھ آئی، یہاں تک کہ میں بیدار ہوا"۔

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

گویا خواب میں اللہ تعالیٰ کی زیارت ہوئی۔

ان تمام روایات کو سیاق و سباق سے ملا کر پڑھنے سے ذرہ برابر بھی یہ الجھن باقی نہیں رہتی کہ یہ واقعہ خواب کا ہے۔

صاحب مضمون کو آں حضرتؐ کا جاگنا معلوم ہوا ہے لیکن دوبارہ اونگھنا نظر نہیں آیا واقعۂ معراج مشاہدہ سے تعلق رکھتا ہے اور اس روایت میں خواب کا واقعہ ہے، ان کا آپس میں کوئی تعلق نہیں۔ ان دونوں حدیثوں سے معراج کا خواب کا واقعہ ہونا کسی طرح سے بھی ثابت نہیں ہوتا اور پھر ان دونوں حدیثوں کو کسی محدث نے بھی معراج کے ساتھ بیان نہیں کیا۔ حالانکہ محدثین، رضوانی صاحب سے بہر حال زیادہ فہم حدیث رکھتے ہیں۔

۱۲۔ پچاس نمازوں پر ہاں کرنے سے آں حضرتؐ نے عام آدمی کی کامن سنس سے بھی کام نہ لیا" ___ یہ اعتراض بجائے احادیث کو غلط ثابت کرنے کے خدا تعالیٰ کی ذات پر کرنا چاہیے تھا ___ کیا اللہ تعالیٰ کو علم نہیں تھا کہ ایک دن میں پچاس نمازیں ادا نہ ہو سکیں گی اور پھر بھی حکم دے دیا؟ فَمَا هُوَ جَوَابُكُمْ فَهُوَ جَوَابُنَا"

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے آں حضرتؐ نے رہنمائی حاصل کی تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔ حضرت موسیٰؑ پہلے ان چیزوں کے تجربات کر چکے تھے چنانچہ حضرت موسیٰؑ کے لفظ یہ ہیں:

"فَارْجِعْ إِلَىٰ رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ التَّخْفِيفَ فَإِنَّ أُمَّتَكَ لَا يُطِيقُونَ ذٰلِكَ فَإِنِّي قَدْ بَلَوْتُ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَخَبَرْتُهُمْ"

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۱۱)

"اپنے رب کے پاس لوٹ جائیں اور تخفیف کا سوال کریں، آپؐ کی امت اس کی طاقت نہیں رکھتی۔ بلاشبہ میں نے بنی اسرائیل کو آزمایا اور ان پر تجربہ کیا"

کسی معاملہ میں کسی دوسرے سے راہنمائی حاصل کرنا عیب نہیں ہوتا اور نہ اس میں انسان کی توہین ہوتی ہے۔ آں حضرتؐ خود صحابہؓ سے مشورہ لیتے جیسا کہ مقدمہ ۸ میں گزر چکا ہے، چنانچہ جنگِ بدر کے قیدیوں کے متعلق آں حضرتؐ نے مشورہ لیا۔ (ابن کثیر ج ۲ ص ۳۲۵) اسی طرح جنگِ خندق میں حضرت سلمان فارسیؓ کی رائے کے مطابق مدینہ کے ارد گرد خندق

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

کھودی گئی (ایضاً ج ۴ ص ۹۵) دیگر کئی معاملات میں بھی آں حضرتؐ نے صحابہؓ سے مشورہ فرمایا۔ علاوہ ازیں قرآنِ مجید سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ بعض معاملات میں حضرت موسیٰؑ کی راہنمائی ایک صالح شخص نے کی، اس نے کچھ کام ایسے کیے جو موسیٰؑ کی سمجھ میں نہ آتے اور آپؑ کے پوچھنے پر آخر میں اس نے کہا:

"ذٰلِكَ تَاْوِيْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا" (الکہف: ۸۲)

"یہ اس چیز کی اصل حقیقت ہے جس پر آپ صبر نہ کر سکے"

اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ صالح شخص موسیٰؑ پر بازی لے گیا۔ اسی طرح بعض جزئی معاملات میں ایک نبی کو دوسرے نبی پر فوقیت حاصل ہوتی ہے لیکن بحیثیتِ مجموعی حضرت محمدؐ تمام انبیاءؑ سے برتر نظر آتے ہیں۔ اس کی مثال اس طرح سے ہے جیسے طالبِ علم اقبال نے ۶۵۰/۱۰۰۰ نمبر حاصل کیے جبکہ نذیر نے ۵۸۰/۱۰۰۰ نمبر حاصل کیے لیکن انگریزی میں نذیر کے نمبر اقبال سے زیادہ ہیں تو فضیلت نذیر کی نہیں بلکہ اقبال کی ہے کیونکہ مجموعی طور پر اقبال کے نمبر زیادہ ہیں۔

حضرت موسیٰؑ نے اپنی الفت و محبت کی بناء پر اپنے تجربہ کو سامنے رکھ کر آں حضرتؐ کو نمازوں میں تخفیف کرانے کا مشورہ دیا تو اس سے آں حضرتؐ کی تحقیر کیسے ہوگئی؟ قرآن و حدیث میں کئی واقعات ایسے ہیں، جن میں حضرت محمدؐ سے سہو کا ہو جانا یا آپؐ کا پریشان ہونا ثابت ہے اور آپؐ کو بعد میں خدا تعالیٰ کے بتلانے پر یا کسی اور کے کہنے پر پتہ چلا چنانچہ آں حضرتؐ واقعۂ افک کے بارے میں کئی دن پریشان رہے۔ (بخاری ج ۲ ص ۲۹۸) پھر یہ وحی نازل ہوئی:

"اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْا بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ" (النور: ۱۱)

"بے شک وہ لوگ جنھوں نے طوفان برپا کیا ہے وہ تم میں سے ایک چھوٹا گروہ ہے!"

تو آں حضرتؐ کو اطمینان ہوا اور پریشانی دور ہوئی، اسی طرح نماز میں سہو کے واقعات ہیں، چنانچہ آپؐ نے ایک مرتبہ عصر کی نماز کی دو رکعت پڑھائیں، "ایک صحابی نے پوچھا:

"اَقُصِرَتِ الصَّلٰوةُ يَا رَسُوْلَ اللهِ اَمْ نَسِيْتَ"

"نماز کم ہوگئی یا آپ بھول گئے، اے اللہ کے رسول؟"

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

آپؐ نے فرمایا:

"کُلُّ ذٰلِكَ لَمْ يَكُنْ!"

"ان دونوں میں سے کوئی بات بھی نہیں ہوئی۔"

تو انہوں نے کہا کوئی بات ہوئی ہے۔ پھر آں حضرتؐ نے صحابہؓ سے پوچھ کر باقی نماز پڑھائی اور سہو کے دو سجدے کیے۔ (مسلم ج ۱ ص ۲۲۳) یہ آں حضرتؐ کی انسانی حیثیات ہیں۔ ان سے آپؐ کی عظمت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اسی طرح حدیثِ شفاعت میں یہ ہے کہ جب آں حضرتؐ اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ ریز ہو جائیں گے تو:

"ثُمَّ يَفْتَحُ اللهُ عَلَيَّ مِنْ مَحَامِدِهٖ وَحُسْنِ الثَّنَاءِ عَلَيْهِ شَيْئًا لَمْ يَفْتَحْهُ عَلٰى اَحَدٍ قَبْلِيْ۔" (بخاری ج ۲ ص ۶۸۵)

پھر اللہ تعالیٰ اپنے محامد اور بہترین تعریفیں مجھ پر واضح کر دیں گے جو مجھ سے پہلے کسی پر واضح نہ ہوئیں۔" گویا اس سے پہلے آپؐ کو بھی ان کا علم نہ ہوگا۔ اسی طرح اور کئی باتیں ہیں۔

غور کرنے سے ایک اور بات معلوم ہوتی ہے کہ پانچ نمازوں کے متعلق آں حضرتؐ نے خود تخفیف کا اس وجہ سے سوال نہ کیا کہ ذاتِ خداوندی کا ادب مانع تھا، چنانچہ اسی حدیث میں ہے، جب بار بار آں حضرتؐ کو موسیٰؑ واپس اللہ تعالیٰ کے پاس بھیجتے رہے حتیٰ کہ پانچ نمازوں کے رہ جانے پر آپؐ نے فرمایا:

"اِسْتَحْيَيْتُ مِنْ رَبِّيْ" (بخاری ج ۱ ص ۵۱)

"(اب) مجھے اپنے رب سے حیاء آتی ہے۔"

انبیاءؑ ہمیشہ با ادب ہوتے ہیں اور اپنی امتوں کو آداب سکھانے کے لیے مبعوث ہوتے ہیں۔ قرآنِ مجید میں ہے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن حضرت عیسیٰؑ سے فرمائیں گے:

"أَأَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللهِ۔"

"اے عیسیٰ بن مریم کیا تم نے لوگوں سے یہ کہہ دیا تھا کہ خدا کے علاوہ مجھے اور میری والدہ کو بھی معبود بنا لو"

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

تو حضرت عیسیٰؑ کا جواب قرآن مجید نے اس طرح سے درج نہیں کیا کہ میں نے ایسا نہیں کہا بلکہ ادب سے جواب دیا:

"سُبْحَانَكَ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أَقُولَ مَا لَيْسَ لِي بِحَقٍّ إِنْ كُنْتُ قُلْتُهُ فَقَدْ عَلِمْتَهُ تَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِي وَلَا أَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ۔ مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَا أَمَرْتَنِي بِهِ أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ" (المائدۃ: ۱۱۶، ۱۱۷)

"تو پاک ہے، میرے لیے یہ کسی طرح بھی ممکن نہیں تھا کہ میں ایسی بات کہہ دیتا جس کا مجھے کوئی حق ہی نہ تھا، اگر میں نے کہا ہوتا تو یقیناً تجھے اس کا علم ہوتا۔ تو جانتا ہے جو کچھ میرے دل میں ہے۔ اور میں نہیں جانتا جو کچھ تیرے دل میں ہے۔ بے شک تو ہی تو ہے پوشیدہ چیزوں کا خوب جاننے والا۔ میں نے ان سے کچھ بھی نہیں کہا تھا بجز اس کے، جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا، یہ کہ میرے اور اپنے پروردگار کی پرستش کیا کرو۔"

یہاں عیسیٰؑ نے ادب کے ایک ایک پہلو کا خیال رکھا ہے۔ اسی طرح حضرت ایوبؑ کی اٹھارہ سالہ بیماری کے بعد یہ دُعاء مذکور ہے:

"وَأَيُّوبَ إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ أَنِّي مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَأَنْتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ" (الانبیاء ۸۳)

"اور ایوبؑ جبکہ انہوں نے اپنے پروردگار کو پکارا "مجھ کو تکلیف پہنچ رہی ہے اور تو سب مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ہے!"

یہاں یہ نہیں فرمایا کہ مجھ کو فوراً شفا دے، نہ ہی کوئی جزع فزع کیا۔ حضرت یونسؑ جب مچھلی کے پیٹ میں گئے تو ان کی دُعاء کے الفاظ یہ ہیں:

"لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ"

(الانبیاء ۸۷)

"تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے (نقائص سے) بے شک میں ہی قصور وار ہوں۔"

یہاں آپؑ نے اس قید سے رہائی کا سوال نہیں کیا۔ انبیاءؑ بارگاہِ الٰہی کے آداب

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

ہم سے بہر لحاظ بہتر جانتے تھے۔ آں حضرتؐ نے ادب کے اس پہلو کو مدّ نظر رکھ کر خود پہلے سوال نہ کیا ہو تو کیا بعید ہے اور بعد ازاں حضرت موسیٰؑ کی ترغیب سے اس معاملہ میں بارگاہِ الٰہی میں سوال کیا ہو؟ ع

ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں!

۱۳۔ مقدمہ میں یہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ حدیثِ رسولؐ کے بغیر قرآنِ مجید کسی صورت میں سمجھ میں نہیں آسکتا، آں حضرتؐ نے اپنی زندگی میں صحابۂ کرامؓ کو نماز کی باقاعدہ جماعت کرائی۔ ان کے اوقات کے تعین کا پورا نقشہ احادیثِ نبویہؐ میں موجود ہے جن کا انکار کوئی آدمی مسلمان کہلا کر نہیں کرسکتا۔ تاہم چونکہ صاحبِ مضمون نے یہ لکھا ہے کہ نماز کے تعینِ اوقات کے بارے میں قرآن مجید میں کچھ نہیں ہے اس لیے بیان کیا جاتا ہے کہ بہت کچھ موجود ہے، حالانکہ اگر نہ ہوتا تو احادیث ہی اہلِ ایمان کے لیے کافی تھیں۔ لیکن خدا تعالیٰ نے ان اوقات کا بھی بیان فرمایا ہے:

"اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا" (النساء: ۱۰۳)

"بے شک نماز ایمان والوں پر پابندیٔ وقت کے ساتھ فرض ہے"

اگر قرآنِ مجید میں پورا تعین وقت نہیں تو اس آیت کے لحاظ سے پابندیٔ وقت کیسے ہوگی؟ وہ حدیثِ رسولؐ ہی ہے جو اس پابندیٔ وقت کے متعلق آں حضرتؐ کی نمازوں کی صراحت کرتی ہے۔ محدثین نے آں حضرتؐ کی ہر نماز کے وقت کے متعلق بیان کیا ہے نمازوں کے اوقات کا ذکر قرآن مجید میں ہے بلکہ سورۃ اسراء میں موجود ہے جو کہ صاحبِ مضمون کو نظر نہیں آیا، ارشادِ ربانی ہے:

"اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِؕ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا" (بنی اسرائیل: ۷۸)

"نماز ادا کیجئے آفتاب ڈھلنے سے رات کا اندھیرا ہونے تک، اور صبح کی نماز بھی، بے شک صبح کی نماز حضوری کا وقت ہے"۔

لفظ دلوک کے معنی جھکنے اور مائل ہونے کے ہیں۔ (لسان العرب ج ۱۰ ص ۴۲۸)

"دلوک الشمس" کے معنی وہی درست ہیں جو عرب لوگوں نے بیان کیے کیونکہ وہ اہلِ زبان ہیں۔ اس لفظ کا اطلاق تین اوقات یا آفتاب کی تین حالتوں پر ہوتا ہے، مقابل نکتہ نگاہ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

سے ہٹ جانے اور غروب آفتاب پر۔ آیتِ قرآنی میں یہ ہے کہ "دلوک" (جھکاؤ) پر نماز پڑھو تو اس سے تینوں دلوکات پر ایک ایک نماز لازم آئی۔ پہلا ظہر کا وقت ہے دوسرا عصر کا وقت اور تیسرا مغرب کا وقت ہے۔ سورج کے ہر جھکاؤ (دلوک) پر اس (سورج) کی خدائی کی نفی اور اللہ تعالیٰ کے اقرار کے لیے ایک ایک نماز رکھی گئی۔ دلوک میں پہلی تینوں نمازوں کے اوقات بتائے گئے ہیں۔ چوتھی نماز "غَسَقِ اللَّيْلِ" (رات کی تاریکی) عشاء کی ہے۔ پانچویں نماز "قرآن الفجر" صبح کی نماز پڑھنا ہے۔

دلوک کے لفظ کی تشریح لغتِ عرب سے بیان کرنا مناسب ہے۔ دَلَكَتِ الشَّمْسُ تَدْلُكُ دُلُوكًا، غَرَبَتْ، وَقِيلَ اصْفَرَّتْ وَمَالَتْ لِلْغُرُوبِ۔

(ایضاً ج ۱۰ ص ۴۲۷)

"آفتاب کا دلوک یعنی وہ غروب ہوا اور کہا گیا ہے کہ وہ زرد ہو گیا اور غروب کے لیے جھک گیا۔"

"رَوَى ابْنُ هَانِئٍ عَنِ الْأَخْفَشِ أَنَّهُ قَالَ دُلُوكُ الشَّمْسِ مِنْ زَوَالِهَا إِلَى غُرُوبِهَا!"

"ابن ہانی نے اخفش سے بیان کیا، اس نے کہا "دلوک الشمس" زوال سے غروب تک ہے۔"

یہ حوالہ بھی لسان العرب کے اسی صفحہ کا ہے۔ لغتِ عرب سے معلوم ہوا، آفتاب کے زوال سے غروب تک تین دلوک ہیں۔ زمانۂ جاہلیت کا ایک شعر ہے ؎

هٰذَا مُقَامُ قَدَمَيْ رِبَاحِ ذَبَّبَ حَتَّى دَلَكَتْ بِرَاحِ!

"یہ وہ جگہ ہے جہاں لڑائی میں رباح کے دونوں قدم جمے تھے، اس نے دشمنوں سے اپنی عزت کی حفاظت کی، یہاں تک کہ سورج ہتھیلی سے جھک گیا۔"

معلوم ہوا کہ جاہل شعراء نے بھی اس کو جھکنے کے معنوں میں استعمال کیا ہے۔ ایک اور آیت تعینِ وقت کے متعلق یہ ہے:

"وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا وَمِنْ آنَاءِ اللَّيْلِ فَسَبِّحْ وَأَطْرَافَ النَّهَارِ! (طٰہٰ : ۱۳۰)

"اور اپنے پروردگار کی تسبیح کرتے رہیے حمد کے ساتھ، آفتاب کے طلوع سے

magazine.mohaddis.com

قبل اور اس کے غروب سے قبل اور اوقاتِ شب میں بھی تسبیح کیجئے اور دن کے اول و آخر میں"

آفتاب نکلنے سے قبل صبح کی نماز، غروب سے قبل عصر کی نماز اور رات کے کچھ حصہ میں عشاء، دن کے کناروں میں ظہر اور مغرب مراد ہیں۔ اطراف کا لفظ جمع ہے۔ اس بناء پر دن کے کم از کم تین کنارے ہونے چاہئیں کیونکہ دو کے لیے عربی زبان میں تثنیہ کا صیغہ ہوتا ہے۔ دن کے یا دو کنارے ہیں صبح اور شام یا تین۔ اگر درمیان کا اعتبار کیا جائے تو صبح، دوپہر اور شام۔ پہلی شق لی جائے تو صبح کا ذکر دوبارہ ہوگا اور ظہر غائب، دوسری لی جائے تو ظہر آجاتی ہے لیکن صبح دوبارہ۔ دن کے دو حصے ممتاز ہوتے ہیں، ایک صبح سے دوپہر تک، دوسرا دوپہر سے شام تک۔ اطراف سے ان ہی دونوں حصوں کے آخری کنارے یہاں مراد ہیں۔ پہلے کا آخری حصہ ظہر دوسرے کا آخری حصہ مغرب ہے۔ گویا اس آیت میں بھی پانچوں نمازوں کا ذکر ہے۔

ان دونوں آیتوں کے علاوہ قرآنِ مجید کی اور آیات بھی ہیں جن سے نمازوں کا تعین ہوتا ہے اور آں حضرتؐ نے قرآنِ مجید کی روشنی میں نماز پڑھائی، پھر اس پر صحابہ کرامؓ نے عمل کیا اور آج تک مسلمان اسی انداز سے پڑھتے چلے آرہے ہیں۔ آں حضرتؐ کا ہر فعل قرآن کی روشنی کے مطابق ہے اور آپؐ کا ہر ارشاد قرآنِ مجید کی وضاحت ہے۔

۱۴۔ صاحبِ مضمون نے کئی بار اس بات کو دہرایا ہے کہ واقعۂ معراج یہود کی اختراع ہے۔ ہم اس بات کو دلائل سے ثابت کر چکے ہیں کہ آپؐ کی معراج ایک مسلّمہ حقیقت ہے۔ جس کا ذکر قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے کیا اور آنحضرتؐ کی صحیح احادیث میں بھی ہے۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ آں حضرتؐ کے معراج کو جسمانی ثابت کرنے سے مذہبِ یہود کو تقویت کیسے ملتی ہے؟ جبکہ اُن کے پیغمبر حضرت موسیٰؑ کو یہ مقام نصیب نہ ہوا۔ محدثین نے پوری چھان بین سے احادیث درج کی ہیں۔ اگر کہیں خامی نظر آئی تو اس کو صاف بیان کر دیا۔ احادیثِ معراج میں ایسی کوئی کمی نہیں تھی کہ وہ اس کا انکار کرتے۔ صحیحین اور دیگر کتبِ اربعہ میں کون سے راوی یہودی ہیں؟ جن کی طرف مضمون میں بار بار توجہ دلائی گئی ہے؟ واقعۂ معراج ۲۵ صحابہ کرامؓ سے صحاح ستہ میں اور دیگر کتبِ احادیث میں مروی ہے۔ صحابہؓ سے آگے یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہا، گویا متواتر ہے۔ پھر ان تمام

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

راویوں کے حالاتِ زندگی اسماء الرجال کی مستند کتابوں میں موجود ہیں۔ جہاں تک ان کتابوں میں یہود کے انبیاءؑ کے متعلق ذکر ہے، تو قرآن و حدیث میں کئی ایسی باتیں ہیں جنکی تصدیق ان کی کتابوں سے ہوتی ہے۔ کوئی چیز ہمارے مذہب میں (یعنی احادیثِ نبویؐ میں) ان کی نقل کی وجہ سے نہیں آئی بلکہ براہِ راست وحیٔ الٰہی سے ہمیں ملی ہے۔ اگر کوئی چیز قرآن یا حدیث میں ہو اور اُس کی تصدیق یہود و نصاریٰ کی تحریف شدہ کتابوں میں مل جاتے تو یہ بات مذہبِ اسلام کی مزید حقانیت ثابت کرتی ہے۔ اہلِ کتاب میں اور مسلمانوں میں کئی چیزیں مشترک ہیں، یہ الگ بات ہے کہ ان کی اصل کتابوں میں تحریف ہوگئی پھر بھی کئی چیزیں اپنی اصلی حالت میں موجود ہیں۔ توحید، رسالت اور آخرت کے تصورات ان کتابوں میں موجود ہیں اگرچہ ان کی اصل شکل توراۃ اور انجیل میں ناپید ہے۔ تاہم اشارے ملتے ہیں۔ اسی طرح آنحضورؐ کی صفات توراۃ میں موجود ہیں ـــ قرآنِ مجید میں ہے:

"یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ" (البقرۃ ۱۴۶، الانعام ۲۰)

"وُہ ان کو پہچانتے ہیں جس طرح کہ اپنے لڑکوں کو پہچانتے ہیں۔"

حضرت کعبؓ سے روایت ہے کہ جب اُن سے ابنِ عباسؓ نے سوال کیا کہ آنحضرتؐ کی صفت توراۃ میں آپ نے کیسے پائی ہے؟ تو حضرت کعبؓ نے کہا:

"نَجِدُهٗ مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ یُوْلَدُ بِمَكَّةَ وَیُهَاجِرُ اِلٰی طَیْبَةَ وَیَكُوْنُ مُلْكُهٗ بِالشَّامِ وَلَیْسَ بِفَحَّاشٍ وَلَا صَخَّابٍ فِی الْاَسْوَاقِ" (سنن دارمی ج ۱ ص ۱۴)

"ہم پاتے ہیں محمدؐ بن عبداللہ مکہ میں پیدا ہوتے طیبہ (مدینہ کا پرانا نام ہے) کو ہجرت کریں گے، ان کی حکومت شام تک ہوگی، نہ فحش کلام کریں گے نہ گلیوں میں شور مچائیں گے۔" یہ بھی حدیث ہے۔

اب اس کا یہ مطلب نہیں کہ چونکہ یہ صفتیں پہلی کتابوں میں موجود ہیں، لہٰذا ہم ان کا انکار کر دیں۔ بلکہ قرآنِ مجید نے بعض معاملات کے متعلق آں حضرتؐ کی تصدیق کے لیے مشرکینِ عرب سے کہا:

"فَاسْـَٔلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ" (النحل ۴۳)

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

"اگر تم کو علم نہیں تو اہلِ علم سے پوچھ لو۔"

اہل علم کے متعلق جامع البیان میں ہے :

"اَهْلُ الْكِتَابِ مِنَ الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰی" (ج ۱۴ ص ۱۰۹)

"یہود و نصاریٰ میں سے اہلِ کتاب مراد ہیں!"

جہاں تک آنحضرتؐ کا حضرت موسیٰؑ کا محتاج ہونا ہے، اس شبہ کا جواب ان ہی احادیث میں موجود ہے۔ آنحضرتؐ نے بیت المقدس میں انبیاءؑ کی جماعت کرائی حضرت موسیٰؑ بھی مقتدیوں میں موجود تھے۔ پھر چھٹے آسمان پر آنحضورؐ کو دیکھ کر حضرت موسیٰؑ رونے لگے، پوچھنے پر انہوں نے فرمایا :

"اِنَّ غُلَامًا بُعِثَ بَعْدِیْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ اُمَّتِهٖ اَكْثَرُ مَنْ يَّدْخُلُهَا مِنْ اُمَّتِیْ"

"یہ لڑکا میرے بعد مبعوث ہوا ہے لیکن اس کی امت میری امت سے زیادہ جنت میں داخل ہو گی۔"

ہم بطورِ جدل یہ جواب دیتے ہیں کہ ان احادیث سے اگر آں حضرتؐ، موسیٰؑ سے کمتر ثابت ہوتے ہیں تو محمدؐ تو انہیں چھٹے آسمان پر چھوڑ کر اس سے بھی آگے بڑھ گئے، اس سے کیا نتیجہ نکلتا ہے؟ آں حضرتؐ بلاشبہ تمام انبیاءؑ سے بڑھ کر ہیں۔ حضرت جابرؓ بن عبداللہ سے روایت ہے، آنحضرتؐ نے فرمایا: "مجھے پانچ چیزیں ایسی ملی ہیں جو کسی اور نبی کو نہیں ملیں، مجھے ایک ماہ کی مسافت سے رعب کے ساتھ مدد دی گئی۔ رُوئے زمین کو ہمارے لیے مسجد اور طہارت کا سبب بنایا گیا کہ جہاں بھی میری امت میں سے کسی آدمی کو نماز کا وقت ہو جائے نماز پڑھ لے۔ مالِ غنیمت میرے لیے حلال کیا گیا۔ ہر نبی کو خاص اس کی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا اور مجھے تمام مخلوق کی طرف بھیجا گیا ہے اور مجھے شفاعت کرنے کی اجازت عنایت فرمائی جاتے گی۔ (ترمذی ج ۲ ص ۲۲۴)

دوسری حدیث میں شفاعت کی تشریح ہے جو حضرت ابوسعیدؓ سے مرفوعاً مروی ہے، کہ آدمؑ، نوح علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام اور یحییٰ علیہ السلام جواب دے دیں گے تو حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شفاعت کریں گے۔ آپؐ سجدہ میں گر یں گے، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے :

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

"اِرْفَعْ رَأْسَكَ وَسَلْ تُعْطَ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ وَقُلْ تُسْمَعْ لِقَوْلِكَ" (ترمذی ص۱۶۵)

"اپنے سر کو اٹھائیں، جو سوال کریں، دیا جائے گا۔ شفاعت کریں، قبول کی جائے گی۔ آپ کہیں، آپ کی بات سنی جائے گی۔"

کئی احادیث میں آں حضرتؐ کی دیگر انبیاءؑ پر فضیلت کا ذکر ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرامؓ آنحضرتؐ کے انتظار میں بیٹھے دیگر تمام انبیاءؑ کے فضائل کا ذکر کر رہے تھے۔ آں حضرتؐ تشریف لائے تو آپؐ نے تائید کی اور فرمایا:

"أَلَا وَأَنَا حَبِيبُ اللّٰهِ وَلَا فَخْرَ وَأَنَا حَامِلُ لِوَاءِ الْحَمْدِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تَحْتَهُ آدَمُ فَمَنْ دُونَهُ وَلَا فَخْرَ"

(دارمی ج ۱ ص ۳۰، ترمذی ج ۲ ص ۲۲۴)

"خبردار میں اللہ کا حبیب ہوں اور یہ کوئی فخر کی بات نہیں، حمد کا جھنڈا یوم حشر کو میرے ہاتھ میں ہوگا۔ آدمؑ اور ان کے علاوہ سب اس جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور یہ کوئی فخر کی بات نہیں!"

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، اللہ تعالیٰ نے محمدؐ کو انبیاءؑ پر اور اہل آسمان پر فضیلت دی۔ دیگر لوگوں نے پوچھا، "اے ابن عباسؓ! آسمان پر کس چیز سے فضیلت دی؟" فرمایا، اللہ تعالیٰ نے اہل آسمان کو فرمایا:

"وَمَنْ يَقُلْ مِنْهُمْ إِنِّي إِلٰهٌ مِنْ دُونِهِ فَذٰلِكَ نَجْزِيهِ جَهَنَّمَ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِينَ" (الانبیاء ۲۹)

"اور جو کوئی ان میں سے یہ کہہ بھی دے کہ میں بھی معبود ہوں اللہ کے سوا، سو اسے ہم جہنم کی سزا دیں گے، ہم ظالموں کو ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں۔"

جبکہ محمدؐ کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ" (الفتح: ۱-۲)

"بے شک ہم نے آپ کو ایک کھلم کھلا فتح دی تاکہ اللہ آپ کی (سب)

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

اگلی پچھلی خطائیں معاف فرما دے۔"

پھر انہوں نے پوچھا، "انبیاءؑ پر کیسے فضیلت ہے"؟ تو حضرت ابنِ عباسؓ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

" وَمَا أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ " (ابراھیم: ۴)

" اور ہم نے ہر رسول کو اس کی قوم کی طرف بھیجا اس کی زبان میں تاکہ وہ اُن لوگوں پر (تعلیمات) کھول کر بیان کریں۔"

جبکہ اللہ تعالیٰ نے محمدؐ کے لیے فرمایا:

" وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ " (السبا: ۲۸)

"اور ہم نے تو آپؐ کو سارے ہی انسانوں کے لیے (پیغمبر بناکر) بھیجا ہے۔"

" آپؐ کو جنّ اور انسانوں کی طرف بھیجا گیا (دارمی ج ۱ ص ۱۳۰)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمرؓ توراۃ سے ایک ورق لے کر آں حضرتؐ کے پاس آئے اور بتاکر اس کو پڑھنے لگے، آنحضرتؐ کا چہرہ متغیر ہوگیا اور آپؐ نے فرمایا:

" وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَوْ بَدَا لَكُمْ مُوسَى فَاتَّبَعْتُمُوهُ وَتَرَكْتُمُونِي، لَضَلَلْتُمْ عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ؛ وَلَوْ كَانَ حَيًّا وَأَدْرَكَ نُبُوَّتِي لَا اتَّبَعَنِي " .

(دارمی: ج ۱، ص ۹۵)

" اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے، اگر تمہارے پاس موسیٰ علیہ السلام آجائیں اور تم مجھے چھوڑ کر ان کی اتباع کرو تو سیدھے راستے سے بھٹک جاؤ گے۔ اگر وہ زندہ ہوتے اور میری نبوّت کو پالیتے تو ضرور میری اتباع کرتے۔"

اگر معراج کی احادیث کے ساتھ ان کو بھی ملاکر پڑھ لیا جائے تو ہر قسم کے شکوک و شبہات دُور ہو جائیں گے۔ آخر میں قرآنِ مجید کی آیت لکھی جاتی ہے جس میں تمام انبیاءؑ سے آں حضرتؐ کی نبوّت کا عہد عالمِ ارواح میں لیا گیا، اس لحاظ سے

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

آنحضرتؐ کی عظمت و مقام پر غور کیا جا سکتا ہے:

"وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُم مِّن كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنصُرُنَّهُ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ إِصْرِي قَالُوا أَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُم مِّنَ الشَّاهِدِينَ" (آل عمران ۸۱)

اُور (وہ وقت یاد کرو) جب اللہ تعالیٰ نے انبیاءؑ سے عہد لیا کہ جو کچھ میں تمہیں کتاب و حکمت (کی قسم) سے دے دوں پھر تمہارے پاس کوئی رسولؐ اس کی تصدیق کرنے والا آئے، جو تمہارے پاس ہے تو تم ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور اس کی نصرت کرنا۔" فرمایا، "کیا تم اقرار کرتے ہو اور اس پر میرا عہد قبول کرتے ہو؟" انہوں نے کہا، "ہاں ہم اقرار کرتے ہیں!" فرمایا "تم گواہ رہنا اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔"

دورِ حاضر کا ایک نہایت اہم مسئلہ

خلافت و جمہوریت

مغربی جمہوریت موجودہ دور کا سب سے بڑا بت ہے جس کو گرائے بغیر نفاذِ اسلام ممکن نہیں، کہ اسلامی نظامِ حیات سے اس کو دور کا بھی واسطہ نہیں ہے، جبکہ ہم نفاذِ اسلام کے ساتھ ساتھ اس کو بھی گلے لگائے رکھنا ضروری سمجھتے ہیں۔

فاضلِ محترم مولانا عبدالرحمان کیلانیؒ کے ترجمانِ کتاب و سنت اور حقیقت نگار قلم سے

قیمت ۱۵ روپے — مجلد ۱۸ روپے

ناشر: ادارہ محدث مجلس التحقیق الاسلامی - ۹۹ جے ماڈل ٹاؤن لاہور ۱۴

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

جناب پروفیسر غلام نبی عارف صاحب گورنمنٹ ڈگری کالج باغبانپورہ لاہور

تاریخ و سیر

نواب سید صدیق الحسن خاںؒ کی عربی زبان میں دینی اور ادبی خدمات

تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ سرزمینِ ہند پر بہت سے ایسے عربی زبان کے علماء، شعراء اور ماہرینِ لغت و ادب پیدا ہوئے، جنہوں نے علومِ دین اور لغت و ادب کی ترقی و ترویج کے لئے شاندار خدمات سرانجام دی ہیں۔ علماء اور محققین نے ان کی علمی اور ادبی تخلیقات سے خوب استفادہ کیا۔ ان کا یہ فیضِ عام صرف ملکِ ہند تک محدود و مسدود نہیں رہا، بلکہ پورے عالمِ اسلام نے ان کے چشمۂ علم و فضل سے اپنی تشنہ لبی دُور کی۔ تاریخ عربی ادب و لغت کی کوئی بھی کتاب اٹھا کر دیکھیے تو اس میں یقیناً اس حقیقت کا اعتراف و اقرار ملے گا۔ ہندی علماء کے احوال و آثار پر مستقل تذکرے بھی لکھے گئے ہیں۔ عربی ادب کے صاحبِ طرز ادیب مولانا ابو الحسن علی ندوی نے اپنی ایک عربی تصنیف میں ہندی علماء، ادباء اور ماہرینِ لغت کا بایں طور تذکرہ کیا ہے:

"عربی ادب میں ہند کا ماضی بہت روشن و درخشاں ہے۔ یہاں پر اسے بہت ترقی و عروج حاصل ہوا۔ عربی زبان میں لکھنے والے عظیم مصنفین، ادباء اور شعراء کی ایک معتدبہ تعداد موجود ہے۔ مثلاً علامہ صغانی لاہوری (متوفی ۶۵۰ ہجری) جو العباب الزاخر، مجمع البحرین، کتاب الاضداد فی اللغۃ، مشارق الانوار کے مصنف ہیں۔ قاضی عبدالمقتدر دہلوی (متوفی ۷۹۱ ہجری) صاحب القصیدۃ اللامیۃ، مولانا احمد تھانیسری متوفی ۸۲۰ ہجری صاحب قصیدہ دالیہ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

علامہ محمود جونپوری (متوفی ۱۰۶۲ ہجری) مصنف الفرائد فی علوم البلاغۃ۔ شیخ الاسلام امام ولی اللہ بن عبدالرحیم دہلوی (متوفی ۱۱۷۶ ہجری) مصنف حجۃ اللہ البالغۃ، عظیم شاعر و مورخ سید غلام علی آزاد بلگرامی (متوفی ۱۱۹۴ ہجری) مصنف السبع السیارۃ و سبحۃ المرجان۔ مشہور لغوی سید مرتضیٰ بلگرامی زبیدی (متوفی ۱۲۰۵ھ) مصنف تاج العروس و تکملۃ القاموس۔ شیخ محسن بن یحییٰ ترہتی مصنف الیانع الجنی۔ علامہ نواب صدیق حسن خاں امیر ریاست بھوپال (متوفی ۱۳۰۷ ہجری) مصنف مؤلفاتِ کثیرہ۔[1]

میں مولانا ابوالحسن علی ندوی کی فہرست میں مزید عربی علم و ادب کے اہلِ قلم کا اضافہ کرتا ہوں۔ مثلاً علامہ ابوالعلی عبدالرحمٰن مبارک پوری مصنف تحفۃ الاحوذی، شرح جامع ترمذی۔ علامہ شمس الحق عظیم آبادی مصنف عون المعبود شرح سنن ابی داؤد اور علامہ عبدالعزیز سلفی میمنی راجکوٹی مصنف ابوالعلاء وما الیہ و محقق سمط اللآلی شرح کتاب الامالی لابی علی القالی۔[2]

یہ بات بلاخوفِ تردید کہی جا سکتی ہے کہ نواب صدیق حسن خانؒ علماء کے اس ہراول دستے میں شامل ہیں، جنہوں نے دنیائے اسلام میں اسلام کی خدمت اور کلمہ حق کی سربلندی کے لیے اپنا سب کچھ لٹا دیا۔ اب میں ان خدمات اور کوششوں کا ذکر کرتا ہوں۔ جو انہوں نے دین و علم کے میدان میں انجام دیں تا آنکہ آپ کا نام جریدۂ عالم پر ہمیشہ کے لیے نقش ہو گیا۔

ع ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

نواب سید صدیق حسن خاںؒ کی ولادت ۱۸۳۲ عیسوی کو شہر قنوج میں ہوئی جو ہندوستان کے قدیم اور مشہور شہروں میں سے تھا۔ اسی شہر میں آپ نے نشوونما پائی اور ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ آپ کے والد ماجد حضرت علامہ ابواحمد حسن قنوجی ایک زبردست عالمِ دین اور ماہرِ شریعت تھے۔ براہ راست کتاب و سنت کی

---

(۱) مختارات من ادب العرب ج ۱ ص ۴

(۲) عربی علم و ادب کی خدمات کے سلسلے میں دیکھئے تاریخِ ادبیاتِ مسلمانانِ پاکستان و ہند (۱۷۱۲-۱۹۷۲ء) جلد دوم مطبوعہ پنجاب یونیورسٹی، لاہور

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

اقتداء و استدلال کے قائل اور تقلیدِ شخصی کے تارک تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ نہایت پاکیزہ سیرت خدا ترس مؤمنہ قانتہ خاتون تھیں۔

ابھی آپ کی عمر پانچ سال کی تھی کہ آپ کے والد ماجد نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ انہوں نے سوائے ایک دینی کتب خانہ کے کوئی اور جائیداد نہ چھوڑی۔ آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کی تعلیم و تربیت کے فرائض بحسن و خوبی انجام دیتے۔ ان کے حسنِ تربیت نے نواب صاحب کی ذات و شخصیت میں بہت گہرا اثر چھوڑا۔ آپ نے ابتدائی عربی و فارسی کی تعلیم اپنے شہر میں ہی حاصل کی۔ پھر مزید تحصیلِ علم کی خاطر دہلی تشریف لائے۔ جو ملکِ ہند کا دارالحکومت اور اسلامی علوم کی تدریس و تحصیل کا عظیم الشان مرکز تھا۔ یہاں آپ نے دو سال کا عرصہ تحصیلِ علم میں گزارا۔ مفتی محمد صدر الدین خان کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا۔ آپ نے ان سے تمام فنونِ عقلیہ و نقلیہ اور ادب کا درس لیا۔ مزید برآں ان کا اس دوران کئی اور علماء و مشائخ سے بھی تعارف ہوا اور ان سے وسیع استفادے کا آپ کو موقع ملا۔ انہوں نے آپ کو زبانی اور تحریری طور پر اپنے علوم و معارف کے روایت کرنے کی عام اجازت دے دی[1] جس کی مکمل تفصیل "سلسلۃ العسجد" میں ملتی ہے۔ ان عظیم المرتبت علماء و فضلاء میں شیخ محمد یعقوب دہلوی، شیخ محمد اسحاق دہلوی، شیخ عبدالحق بن فضل اللہ اور قاضی حسین بن محسن انصاری یمانی شامل ہیں۔[2]

تحصیلِ علم سے فراغت کے بعد آپ دہلی سے واپس اپنے شہر قنوج آگئے۔ پھر آپ نے مزید طلبِ علم اور طلبِ معیشت کی خاطر ریاست بھوپال کی طرف سفر اختیار کیا۔ بھوپال اسلامی تہذیب و ثقافت کا ایک قدیم العہد مرکز چلا آرہا تھا۔ اس کی تاریخ بزرگ شخصیتوں اور مردانِ کار کے کارہائے نمایاں سے خاصی روشن ہے۔ مبدأ فیوض نے صدیق حسن خاںؒ کو اعلیٰ ذہنی صلاحیتیں ودیعت کی تھیں۔ بہت جلد آپ کی شہرت ریاست بھوپال کے رؤساء، امراء اور حکام تک پہنچ گئی۔ وہ آپ کی

---

[1] ابجد العلوم (۹۳۹-۹۴۰)۔

[2] نزہۃ الخواطر ۸: ۱۸۷۔ تذکرہ علمائے ہند۔

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

خاندانی وجاہت، علمی شخصیت اور ذہنی قابلیت سے متاثر ہوتے بغیر نہ رہ سکے۔ جب نواب شاہجہان بیگم والیہ بھوپال کے پہلے خاوند نواب باقی محمد خان فوت ہو گئے تو انہوں نے سید صدیق حسن خان کی شہرت اور علوم اسلامیہ میں اعلیٰ قابلیت کے پیشِ نظر ان سے نکاحِ ثانی کر لیا۔ آپ کو اس بناء پر ریاست بھوپال کے تمام اعزازات، خطابات، مراتب ومدارج، جاگیریں اور مملکت کا انتظام والصرام، عساکر وجیوش کی قیادت اور رؤساء وامراء ریاست کی نظارت وسیادت وغیرہ امور حاصل ہو گئے۔[1]

باوجود اس حقیقت کے کہ نواب صدیق حسن خانؒ بھوپال کی اسلامی ریاست کے سربراہ بن چکے تھے مگر ان کی حاکمانہ مصروفیات اسلام کی خدمات کی راہ میں کبھی حائل نہ ہوئی تھیں۔ بلکہ ریاست میں دینِ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عملی طور پر ایک بالاتر حیثیت اور سیاسی مقام حاصل ہو گیا۔ قلم وقرطاس کی سرسراہٹوں کے ساتھ ساتھ سیف وسنان کی جھنکار بھی شامل ہو گئی۔ آپ نے خزانہ عامرہ کے بڑے حصے کو بلادِ عربیہ سے علمی کتابوں کے جمع کرنے اور نئے نئے موضوعات پر کتابیں تالیف کرنے پر صرف کیا۔ تاکہ عالم اسلام میں دینی علوم وحقائق کی بہتر اور مؤثر طور پر ترویج واشاعت ہو سکے۔ نواب صاحب مرحوم زندگی کا ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر تصنیف وتالیف اور نشر واشاعتِ علومِ دینیہ میں ہمہ تن مصروف رہے حتیٰ کہ اس جہاد فی سبیل اللہ میں اپنی جان ۱۳۰۷ھ کو اپنے خالقِ حقیقی کے سپرد کر دی۔ جعل اللہ مثواہ نورا وضیاء!

نواب صاحب کا دور دین میں بدعات وخرافات اور اوہام پرستی کا دور تھا۔ انگریز کے ہاتھوں سلطنتِ مغلیہ کے زوال کے بعد تو دینی معاملات میں جہالت عام ہو گئی تھی۔ قرآنِ حکیم کی نصوص اور تعلیماتِ نبویہ کو یکسر فراموش، بے کار اور معطل کر دیا گیا تھا۔ حالانکہ نبی آخر الزمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے آخری خطاب میں کتاب وسنت پر کاربند رہنے کی پُر زور الفاظ میں امت کو تاکید فرمائی تھی اور خبردار کیا تھا کہ ان دو کے

---

[1] التاج المکلل ص ۵۳۸۔

magazine.mohaddis.com

ترک کرنے سے مسلمان قعرِ ضلالت میں جا گریں گے، آپؐ نے فرمایا تھا!

"تَرَکْتُ فِیْکُمْ اَمْرَیْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّکْتُمْ بِهِمَا کِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّتِیْ"

"میں اپنے پیچھے تم میں دو اصول چھوڑ چلا ہوں، ایک اللہ کی کتاب اور دوسرا میری سنت۔ جب تک اے مسلمانو! تم ان دو اصل الاصول پر قائم رہو گے، کبھی گمراہی کا شکار نہ ہو گے!"

مگر افسوس کہ مسلمانوں نے اپنے دورِ غلامی میں سب سے زیادہ انحراف اگر کسی شے سے کیا ہے تو اللہ کی کتاب قرآنِ مجید سے:

"فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ" (آل عمران: ۱۸۷)

"تو انہوں نے اسے پیٹھ پیچھے پھینک دیا!"

—— اور سنت محبوب رب العالمین ہے، جس کے بارے میں فرمانِ نبویؐ ہے:

"مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَیْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ" (بخاری و مسلم)

کہ "جس نے ہمارے دین میں کوئی نئی چیز پیدا کی جو پہلے اس میں نہیں ہے وہ نا قابلِ قبول ہے۔"

کتاب و سنت کی غربت اور اس سے محرومی کا یہ عالم کہ ان کا مطالعہ درس متروک و مہجور ٹھہرا۔ بایں طور کہ نصوصِ قرآن اور متونِ احادیث کی جگہ عجمی فقہاء اور علماء کے مجموعہ ہائے اقوال و آراء اور ان کی مصطلحاتِ مخترعہ کی تدریس و تلقین ہوتی تھی۔ جب بلتدی کے ذہن میں کنز، قدوری، ہدایہ اور شامی کی عبارات لراسخ اور جیامد ہو جاتیں تو پھر بیچارے قرآن اور حدیث کی باری آتی اور ایک سال میں ہی کتبِ صحاح کی تدریس مکمل کر دی جاتی تاکہ طالبِ علم پوری توجہ و فرصت کے ساتھ کتاب و سنت کی روح کو نہ سمجھ سکے۔ گویا کہ اللہ کی کتاب اور رسول اللہ کی حدیث فقہ و منطق و فلسفہ کی کتابوں کا ضمیمہ ٹھہریں۔ نیز علمائے امت نے یونانی فلسفہ کو اپنی توجہ کا مرکز بنا لیا تھا حالانکہ اہلِ یونان نے اسے بے کار سمجھ کر صدیاں گزریں چھوڑ دیا تھا۔ یہ فلسفہ و منطق یونانیوں کا چبایا ہوا نوالہ تھا، جس کی جگالی اس وقت مسلم دانشور کر رہے تھے، دینِ اسلام کے بارے میں ان کی معلومات بے اصل اور ناقص ہو گئی تھیں، جس کے

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

نتیجہ میں ان کا اخلاقی و اجتماعی معیار پستی میں گر گیا تھا۔ نواب صاحب کے قلم نے مسلمانوں کی جہالت اور کتاب و سنت سے غفلت و اعراض کا نقشہ بڑے درد بھرے انداز میں کھینچا ہے:

"ایسا دور آچکا تھا کہ غیب پر اور یوم آخرت پر ایمان لانے والے کسی مومن کے لیے کوئی جائے قرار نہ رہی تھی جہاں وُہ قرار پا سکے، نہ جائے پناہ تھی جہاں بھاگ کر پناہ لے سکے، نہ جائے امن تھی جہاں امان حاصل کر سکے اور نہ کوئی جائے نجات تھی جہاں بچ کر جا سکے حتیٰ کہ مکہ و مدینہ کے حرم بھی جائے امن و سکون نہ رہ سکے وہاں بھی دلائلِ کتاب و سنت پر عمل کرنے والوں اور تقلیدِ ضال و مضل کے ترک کرنے والوں پر محن و آلام اور مصائب و ابتلاء کے دروازے کھول دیے جاتے تھے، حالانکہ ملکِ ہند میں بھی کتاب و سنت کے حاملین و عاملین کے ساتھ اس قدر ناروا اور غیر مہذب سلوک نہیں ہوتا تھا بلکہ میں (نواب صاحب) نے بلادِ مغرب شام و روم کے بارے میں سنا ہے کہ وہاں تو معاملہ اس حد تک پہنچ چکا تھا کہ جو مسلمان متبع سنن نبویہ، عامل بالدلیل، پابندِ حدیثِ رسولؐ، متمسک بالکتاب اور تارکِ تقلیدِ شخصی ہوتا، اس کے لیے دوسرے ہم وطنوں کے درمیان زندگی گزارنا دشوار ہو جاتا۔ نہ وُہ آزادی سے اپنے خیالات کا اظہار کر سکتا اور نہ وُہ فریضۂ امر و نہی ادا کر سکتا۔" [1]

دینی اصلاح

نواب صاحب اپنے دور کے مسلمانوں کی اس تباہ حالی اور امورِ دین میں ان کی گمراہی سے بہت غمزدہ ہوئے۔ آپ نے ان کو صراطِ مستقیم دکھانا اپنے اوپر فرض قرار دیا۔ اس بات کا عزم صمیم کر لیا کہ وُہ مسلمانوں کو اسلام کی سچی اور حقیقی رُوح سے آشنا کرائیں گے تاکہ وُہ عمل اور عقیدہ کی گمراہی سے محفوظ رہیں جو انہوں نے اسلام کے نام پر اپنا رکھی تھی۔ اس عظیم اور مہتم بالشان مقصد کے حصُول کے لیے وہی کچھ کیا جو ایک پُرعزم

---

[1] التاج المکلل: ص ۵۴۹

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

دینی مصلح اور باہمت مجدد کرتا ہے تاکہ وہ اسلامی تعلیمات و احکام کو ازسرِ نو زندگی بخشے۔ ایسے ہی مجدد و محیِّ دین کے بارے میں بشارتِ نبویؐ ہے:

"مَنْ اَحْيَا سُنَّتِيْ عِنْدَ فَسَادِ اُمَّتِيْ فَلَهٗ اَجْرُ مِائَةِ شَهِيْدٍ"

"جو کوئی میری ایک سنت کو اس وقت زندہ کرے گا جب میری امت عقیدہ و عمل کے فساد میں مبتلا ہو گی اس کو سو شہیدوں کے برابر اجر و ثواب ملے گا۔"

آپ نے اپنی زندگی کے شب و روز دینی کتب کے جمع کرنے، ان کی تالیف و تصنیف اور نشر و اشاعت کے لیے وقف کر دیے۔ آپ نے فکر و عمل اور تخلیقی کاموں سے بھرپور اور مصروف زندگی گزاری۔ یہ امر بھی قابلِ ذکر ہے کہ نواب صاحب کو عربی، فارسی اور اُردو تینوں زبانوں پر ماہرانہ قدرت کاملہ حاصل تھی۔ آپ نے تینوں زبانوں میں کثیر تعداد میں کتابیں تالیف فرمائیں جن کی تعداد تین سو سے زیادہ ہے جن میں ۵۴ کتابیں عربی میں، ۴۲ فارسی میں اور ۱۰۷ کتابیں اردو میں لکھیں۔ آپ کی زیادہ تر تصانیف علومِ دین اور لغتِ عرب کے موضوع پر ہیں۔ آپ نے اپنی تحریروں میں اتباعِ کتاب و سنت کی طرف خصوصی دعوت دی ہے تاکہ لوگوں کو بدعات، خرافات اور اوہام پرستی سے آزاد کرایا جائے جو کہ ایک طویل عرصہ سے اس میں گرفتار چلے آ رہے تھے۔ ان تقلیدی رسومات و عادات اور رواج نے ان کے دلوں سے شرعی احکام و اوامر کا احترام ختم کر دیا تھا۔ وہ مدفون بزرگوں کے ادب و احترام میں غلو کرتے تھے حتیٰ کہ ان سے مدد و اعانت کے طلبگار ہوتے، قبروں پر اپنی حاجات لے جاتے اور صاحبِ قبر سے ان کو پورا کرنے کی درخواستیں کرتے تھے۔ ان کو بزعمِ خویش خوش کرنے کے لیے نذرانے اور جانوروں کی قربانیاں پیش کرتے، اس طرح شعائرِ اسلام اور قرآن و حدیث کے احکام اور تعلیمات یک قلم فراموش کر دیے گئے۔ ان تمام غیر اسلامی امور پر عمل کرنے کے باوجود اپنے آپ کو مسلمان اور جنت کے حقدار سمجھتے تھے۔

نواب صاحب کی عظمت اور رفعتِ شان اس میں مضمر ہے کہ انہوں نے تمام عمر کورانہ تقلید کے سدِ باب اور اجتہادِ شرعی کی بند راہوں کو کھولنے اور مسلمانانِ ہند کو

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

magazine.mohaddis.com

احکام کتاب و سنت سکھانے میں صرف کردی۔

فجزاه الله عن الاسلام والمسلمین!

(جاری ہے)

شعر و ادب

مولانا عبدالرحمٰن عاجز
مالیر کوٹلوی

نشاط و عیشِ جہاں خواب تھا فسانہ تھا

مریض کھا چکا اس کا جو آب و دانہ تھا — برائے موت مرض تو فقط بہانہ تھا
مرے نبیؐ کی زباں معرفت کی کنجی تھی، — دلِ حضورؐ معارف کا اک خزانہ تھا
میں جھومتا تھا بہر گام راہِ طیبہ میں — مری زباں پہ تری حمد کا ترانہ تھا
بنے وُہ فیضِ نبیؐ سے معلّمِ توحید — عقیدہ جن کا کہ صدیوں سے مشرکانہ تھا
کوئی محبِّ نبیؐ تھا، کوئی عدوئے نبیؐ — مگر سلوکِ نبیؐ سب سے مشفقانہ تھا
نثار کر دیے مال اور جاں صحابہؓ نے — کہ آنحضورؐ سے پیار اُن کا والہانہ تھا
قفس میں اب بھی چمن کو میں یاد کرتا ہوں — چمن میں میرا بھی چھوٹا سا آشیانہ تھا
نظر کے سامنے رہتے تھے خلد کے جلوے — نظر کے سامنے جب تیرا آستانہ تھا
رنگے تھے ہاتھ نہ انصاف کے لہو سے کبھی — ہمارے ہاتھ میں دستور عادلانہ تھا!
پڑے ہیں قبروں میں مجبور بولتے بھی نہیں — جہاں میں طرزِ عمل جن کا جابرانہ تھا
لحد میں رکھ کے ہمیں سب کے سب وُہ لوٹ گئے — ہمارا جن سے تعلق تھا دوستانہ تھا
اُتر کے قبر میں ہم پہ یہ آشکار ہوا — نشاط و عیشِ جہاں خواب تھا فسانہ تھا

وُہ وقت آئیگا احباب اسکو مانینگے

کلام عاجزِ محزوں کا ناصحانہ تھا!

صبحِ صادق

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ملت اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

Regd No L. 7895 Phones : 852897 - 63210

Monthly MOHADDIS Lahore-14

ISLAMIC RESEARCH COUNCIL

★ عناد اور تعصّب قوم کے لیے زہرِ ہلاہل کی حیثیت رکھتے ہیں ــــ لیکن تعصبات سے بالاتر رہ کر افہام و تفہیم اُمت کے لیے رحمت کا باعث ہے۔

★ علومِ جدیدہ سے ناواقفیت اور انکار، انسانی اِرتقا کو تسلیم کرنے میں بخل کا درجہ رکھتے ہیں ــــ لیکن قدیم علوم اسلامیہ کو فرسودہ قرار دینا اور مذہبی روایات کے حاملین کو دقیانوس بتانا اُمت کی تباہی کا سبب ہے۔

★ غیر مذاہب کے بارے میں معاندانہ رویہ اختیار کرنا اسلامی اقدار کے منافی ہے ــــ لیکن دینِ اسلام پر غیر مذاہب کے حملوں کا دفاع نہ کرنا اور اسلام کی تبلیغ کا فریضہ سر انجام نہ دینا، حمیت دینی اور غیرتِ اسلامی سے یکسر انحراف ہے۔

★ تبلیغِ دین اور نشر و اشاعت اسلام میں حکمتِ عملی کو نظر انداز کر دینا مصالح دینیہ کے خلاف ہے، ــــ لیکن حرام و حلال کے امتیاز میں رواداری برتنا اور قوانین و مسائلِ اسلامیہ کو نرم کر دینا اسلامی رُوح کو کمزور کر دینے کے مترادف ہے۔

★ آئین و سیاست سے بیگانہ ہو کر عبادت کے لیے گوشہ نشین ہو جانا زندگی سے فرار ہے ــــ لیکن

ع جُدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

★ جاہل کو دور ہی سے سلام کر دینا عبادِ صالحین کے اوصاف میں داخل ہے ــــ لیکن جاہلیت کو مٹانا اور باطل کا تعاقب کرنا عین جہاد ہے۔

©

اگر آپ ایسا منصفانہ اور معتدلانہ رویہ پسند کرتے ہیں تو :

مُحدّث

کا مطالعہ فرمائیے۔ آپ اس کو ان جملہ صفات و محاسن سے مزیّن پائیں گے ان شاء اللہ۔ کیونکہ اس کے مضامین اسی مخصوص طرزِ فکر کے حامل ہوتے ہیں۔

زرِ سالانہ/۲۰ روپے فی پرچہ ۲ روپے